عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۶ | ۲۵ رمضان تا ۹ شوال ۱۴۲۸ھ مطابق ۸ تا ۲۲/ اکتوبر ۲۰۰۷ء | شمارہ: ۳۸/۳۹

شبِ قدر ہزار مہینوں سے افضل

عید الفطر
خوشی، مسرت اور شادمانی کا دِن

فتنۂ قادیانیت کا سدِّ باب

مدعیٔ نبوت کی صداقت کا معیار

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری

بچوں کے نام کئے گئے زیورات کی زکوٰۃ

افتخار احمد، کراچی

س:...... میری بہن جو شادی شدہ ہے، اس کے پاس ۲۷ تولہ مالیت کا سونا ہے، وہ ایک گھریلو خاتون ہیں، اس کے پاس دیگر وسائل نہیں ہیں، اس کی ساس کا کہنا ہے کہ یہ زیورات بچوں کے مستقبل کے لئے رکھا گیا ہے، کیا ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

ج:...... اگر آپ کی بہن نے وہ زیورات اپنے بچوں کی ملکیت کردیئے ہیں اور وہ اب ان کو استعمال نہیں کرتی اور وہ بچے نابالغ ہیں تو ان زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو ان کی زکوٰۃ دینا ہوگی، اسی طرح اگر ان بچوں میں سے کوئی بالغ ہے اور اس کے حصہ میں ساڑھے سات تولہ کی مقدار میں سونا آتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

منت کے اعتکاف کا طریقہ

فرزانہ یاسمین، کراچی

س:...... میں نے امتحان میں کامیابی کے لئے منت مانی تھی کہ میں تین دن کا اعتکاف کروں گی، اب میری منت پوری ہوگئی ہے، لیکن مجھے تین دن کا اعتکاف کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے، براہ کرم میری رہنمائی فرمائیں؟

ج:...... غروب آفتاب سے پہلے آپ اپنے اعتکاف کے کمرے میں چلی جائیں اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی منت کی نیت کرلیں، تین دن رات تک اپنے اسی معتکف میں رہیں اور تین روزے بھی رکھیں، تیسرے روزے کے افطار کے وقت سے آپ اعتکاف سے باہر آجائیں آپ کی منت کا اعتکاف پورا ہوگیا۔

سحری کے بعد غسل

سارہ خان، راولپنڈی

س:...... سحری کرنے کے بعد کیا غسل کرنا واجب ہے؟

ج:...... اگر غسل واجب نہ ہو تو غسل واجب نہیں، اگر غسل واجب ہو تو سحری کے بعد اور نماز فجر سے قبل غسل واجب ہوگا۔

س:...... رات کو مجھے محسوس ہوا کہ پیریڈ آچکا ہے، اگلے دن میں نے روزہ نہیں رکھا اور پیریڈ بھی نہیں آیا تھا، کیا ان حالات میں مجھے روزہ چھوڑنے کا گناہ ہوگا؟

ج:...... روزہ چھوڑنے کا گناہ تو نہیں ہوگا، البتہ اس روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

منہ کے تھوک سے روزہ نہیں ٹوٹتا

طارق ایم چوہدری، کیلیفورنیا، امریکا

س:...... مجھے روزے کی حالت میں تھوک آنے کی شکایت ہے، یہاں تک کہ میں اس حالت میں کسی سے بات بھی نہیں کرسکتا، نماز کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ج:...... اس سے پریشان نہ ہوں اور تھوک منہ میں جمع نہ کیا کریں، منہ میں جو تھوک آتا ہے، اگر وہ حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

برے خیالات سے اخراج پر روزہ کا فساد

سلمان احمد، کراچی

س:...... روزے کی حالت میں اگر ذہن میں فحش خیالات آجائیں اور اخراج ہوجائے تو کیا اس سے روزے پر اثر پڑتا ہے یا نہیں، اگر روزہ ٹوٹتا ہے تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

ج:...... اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی کفارہ ہے، میرے بھائی روزہ کی حالت میں ایسا کیوں ہوتا ہے، اگر آپ روزہ کی حالت میں نماز، نوافل، تسبیح، تہلیل اور درود و استغفار کا التزام کریں اور اچھی مجالس میں بیٹھیں اور کم کھائیں تو اس سے محفوظ رہیں گے اور روزہ کی لذت سے سرشار ہوں گے۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
کراچی

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری
علامہ احمد میاں حمادی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۶ شمارہ:۳۸،۳۹ ۲۵/رمضان تا ۹/شوال ۱۴۲۸ھ مطابق ۸ تا ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۷ء

اس شمارے میں

ہماری حالت زار	۴	مولانا اللہ وسایا
عقیدۂ ختم نبوت...... تاریخی دلائل	۶	مولانا ابوالحسن علی ندوی
شب قدر...... ہزار مہینوں سے افضل	۱۱	قاضی اسرائیل گڑنگی
جمعۃ الوداع کے مبارک لمحات	۱۲	مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی
عید الفطر...... خوشی، مسرت اور شادمانی کا دن	۱۴	ایم عبدالرحمٰن
فتنۂ قادیانیت کا سد باب	۱۶	مولانا انصار اللہ قاسمی
مدعی نبوت کی صداقت کا معیار!	۱۹	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۹-اکتوبر کی خونی شام	۲۳	مولانا عبدالعزیز لاشاری

قارئین "ختمِ نبوت" کو عید مبارک

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

کمپوزنگ
محمد فیصل عرفان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

زیر ادارت — مولانا اللہ وسایا

ہماری حالت زار؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں پاکستانی قوم کو جس یکسوئی ودلجمعی کی ضرورت ہے، افسوس کہ ملکی حالات اس سے میل نہیں رکھتے پوری قوم کو کرب واذیت اور ذہنی انتشار و پریشانی میں مبتلا کر دیا گیا ہے، کسی بھی عوامی حکومت کے لئے اپنے عوام کو سکون و راحت میسر کرنا اولین فریضہ ہے، لیکن پاکستان کے حکمرانوں نے اپنی احمقانہ پالیسیوں سے ایسی فضاء قائم کردی ہے کہ ہر آدمی ذہنی تناؤ کا شکار نظر آتا ہے" ہے یہ گنبد کی صدا، جیسی کہو ویسی سنو" کے تحت تو لگتا ہے کہ اب خود حکمرانوں کا چین وسکون غارت ہوگیا ہے، نت نئی بدلتی صورت حال نے صحیح فیصلہ کی سوچ کے سوتوں کو خشک کر دیا ہے، حکمران حالات سدھارنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذوبتی ناؤ بچانے کے لئے سرتوڑ کوشش سے چپو چلا رہے ہیں، لیکن باد مخالف نے کشتی کو ایسے بھنور میں لا کھڑا کیا ہے کہ اب وہ "وردی جو جسم کا حصہ" تھی خیر سے اترتی نظر آتی ہے، اب جسم وجان کا رشتہ استوار رکھنے کے لئے اپنے کو عریاں کرنے کے وعدے وارادے کئے جارہے ہیں، لیکن بدلتے حالات کے طوفان نے بیچ منجدھاران ناخداؤں کو ایسا لاچار وشرمسار کر دیا ہے کہ ہر اٹھنے والا قدم دس قدم پیچھے کو لے جارہا ہے۔

یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ کوئی نیک دل حکمران اور ملک وقوم کا سچا بہی خواہ اپنے گزرے ہوئے دور حکومت کا صحیح تجزیہ کرکے آئندہ کے لئے صحیح سمت قدم اٹھانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن جن حکمرانوں کی اپنی سوچ نہ ہو، جو غیروں کی پالیسیوں پر اندھا دھند عمل کرنے کے خوگر ہوں، جنہوں نے اپنے ضمیر ومنصب کے علاوہ قوم وملک کو بھی غیروں کی جھولی میں ڈال دیا ہو، جو حکمران اپنے ہم وطنوں پر گولی چلانا، انہیں بھون ڈالنا، بیچ ڈالنا، ان کے جسموں کے سودے کرکے ڈالر کمانا، اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے ہر روز نئی کربلا تیار کرنا جن کا وطیرہ ہو، جو اپنی قوم کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں غیروں سے خراج وصول کرکے اپنے خونخوار ضمیر کو آکسیجن مہیا کرنے کے عادی اور مجرم ہوں، ان سے خیر کی توقع اور بھلائی کی امید رکھنا عبث ہے، ان سے چھٹکارے کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

رمضان المبارک کی ان مبارک ساعتوں میں یکسوئی سے دعا کرنا بھی حکمرانوں نے دوبھر بنا دیا ہے، بدامنی کا عفریت منہ کھولے ہوئے تھا کہ اب خیر سے آٹے کی قلت کے مگرمچھ نے پوری قوم کی نحیف جان کو اپنے خونخوار جبڑا میں گرفتار کرلیا ہے، ذرا دیکھیں کہ اس وقت ملک میں کیا ہورہا ہے؟ ہماری داخلہ وخارجہ حکمت عملی نے ہمیں کہاں لا کھڑا کیا ہے؟ ذیل کے حالات پر توجہ کریں کہ کیا حکمرانوں نے عوام کو زندہ رہنے کے قابل چھوڑا ہے؟

۱:......امریکا ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ایران نے ہماری سرحد پر اونچی دیوار تعمیر کردی ہے، افغانستان ہماری شہ رگ پر وار کرنے کے لئے تلملا رہا ہے، انڈیا ہمیں پرکاہ کے برابر نہیں سمجھتا ہے، ڈیموں کی تعمیر کر اس نے پاکستانی حکمرانوں کے احتجاج کو جوتے کی نوک پر رکھا، اب سیاچن کو وہ سیاحوں کے لئے کھول رہا ہے، پاکستانی حکمرانوں نے اس پر احتجاج کیا، انڈیا نے نظر اٹھا کر دیکھا ہی نہیں کہ پاکستانی سرکار کیا کہہ رہی ہے؟ سعودی حکومت کو نواز شریف کی ملک بدری کے قضیہ میں لاکر عزت سادات بھی برباد کرنے میں حکمرانوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ الغرض امریکا، ایران، افغانستان، سعودی عرب اور انڈیا کے ہاں حکمرانوں کی غلط پالیسیوں نے پاکستان کے لئے کوئی نیک نامی حاصل نہیں کی۔

۲:......اندرون ملک سیکورٹی فورسز پر اچانک حملے اتنے بڑھے اور بڑھتے چلے جارہے ہیں کہ ہر روز حکمرانوں کو سوائے لاشیں اٹھانے، وضاحتیں جاری کرنے، جرگے بھیجنے کے اور کوئی کام ہی نظر نہیں آتا، ہماری مقدس فوج کو کس کی پالیسیوں نے متنازعہ بنایا؟ وہ فوج جس پر دل وجان سے وارے جانا ہر پاکستانی کی دلی خواہش ہوتی تھی، اب اس پر حملے یہ اتنا بڑا المیہ ہے کہ سیکورٹی فورسز شاید آئندہ کئی عشروں صحیح سمت محنت کرنے کے باوجود بھی اپنے پہلے مقام کو نہ پاسکیں۔ خود غرض، عاقبت نااندیش حکمرانوں نے پوری قوم کو اس قدر تقسیم کرکے رکھ دیا کہ اب اس نقصان کے مداوا کے لئے سالوں کی محنت درکار ہوگی۔

۳:......امن وامان کی صورت حال یہ ہے کہ کراچی میں قانون کے رکھوالوں کو گولی کی نوک پر رکھا جارہا ہے۔سرحد میں پاکستان کے نامور عالم دین، سابق رکن قومی اسمبلی، اتحاد بین المسلمین کے داعی حضرت مولانا حسن جانؒ کو خون میں نہلا دیا گیا۔ پنجاب میں غازی کے مقام پر آرمی کے میس پر خوفناک حملہ سے کئی اموات ہوگئیں۔ وفاق میں تاحال اپنی رٹ بحال رکھنے کا دعویٰ رکھنے والی حکومت لال مسجد کو نہیں کھول سکی۔

غرض چمن کی کلی کلی لہو، لہو ہے اور حکمران خود نیم دروں و نیم بروں کی ذہنی کیفیت سے دوچار ہیں، وردی اتارنے کا اعلان ہوتا ہے، پوری اپوزیشن اور عدالت سمیت کوئی بھی اس اعلان کو کافی نہیں سمجھتا، الیکشن کمیشن سے قواعد میں ترمیم کرائی گئی تو اس پر انگلیاں اٹھ گئیں۔ جن سے ڈیل ہو رہی تھی وہ ڈھیل یا جھیل کا شکار ہوتی نظر آتی ہے ”نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نا ادھر کے رہے“ کا منظر نظر آتا ہے، جن پر آشیانہ تھا وہی پتے بھی ہوا دینے لگ گئے ہیں۔ الغرض اب حکمرانوں کی ضد، ہٹ دھرمی، حقائق سے منہ چرانا، ظلم و بربریت، دین دشمنی، مدارس و مساجد کی عداوت، مظلوم کشی، ظالم پروری، انانیت، فرعونیت، تنی گردن میں جیسے سریا فٹ ہو، کی صورت حال نے اندر سے اتنا کھوکھلا کر دیا ہے کہ اب شاید ”مر کر بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے“ کا مصداق ہو کر رہ گئے ہیں۔

کاش وہ سوچیں کہ یہ سب کچھ ان کا اپنا کیا دھرا تو نہیں؟ جو بویا تھا وہی کاٹنے کا عمل تو نہیں شروع ہوا چاہتا؟ کیا وہ اس کو سوچیں گے؟ ہمارے خیال میں ان کی حالت زار ایسی ہے کہ اب اس سوچ کی بھی ان سے توقع فضول ہے۔

ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

مولانا حسن جانؒ کی شہادت

۲/رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵/ستمبر ۲۰۰۷ء مغرب کے بعد پشاور کے محلہ وزیر باغ میں پاکستان کے ممتاز عالم، مذہبی رہنما، نامور اسکالر، ہر دل عزیز دینی شخصیت، جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما، سابق رکن قومی اسمبلی شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان کو شہید کر دیا گیا۔

مولانا حسن جان باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، وہ ایک غیر متنازعہ انسان تھے، زندگی بھر انہوں نے علم کی مسند کو رونق بخشی، وہ دنیاوی کاموں کے لئے پیدا ہی نہ ہوئے تھے، وہ صرف اور صرف خدمت دین کے لئے وقف رہے اور یہی ان کی پہچان تھی، مولانا نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی اور جامعہ اشرفیہ لاہور سے تعلیم حاصل کی، مدینہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا اور یوں عرب و عجم کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا، آپ کے ہر قول و فعل بلکہ ہر قدم پر گہرے علم کی چھاپ ہوتی تھی، متانت و وقار کا مرقع تھے، کھلا چہرہ، عقابی نگاہ، سرخ رنگت، عربی قبا، مجازی چال ڈھال آپ کی پہچان تھی، جامع مسجد درویش کے خطیب تھے، ہر سال یہاں دورۂ تفسیر پڑھاتے تھے، آج تک ہزاروں خلق خدا نے آپ سے قرآنی تعلیم حاصل کی، قرآن مجید پڑھاتے اٹھے، مغرب سے قبل سنت نکاح میں شریک ہوئے، روزہ افطار کرنے کے امر ربی کو پورا کیا، فرض نماز کی ادائیگی کے لئے مکان سے نکلے اور جنت کو چل دیئے۔

مولانا حسن جان بہت ہی صالح، فرشتہ خصال شخصیت تھے، گزشتہ سے پیوستہ الیکشن میں پاکستان کے نامور سیاسی رہنما جناب خان عبدالولی خان کے مقابلہ میں الیکشن لڑا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئے، یہ ان کی پاکدامنی، دیانتداری، خداترسی اور اہلیت پر عوام کا بھرپور اعتماد تھا، مولانا نے پوری زندگی اپنے آپ کو دینی و تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ رکھا، یہی ان کی دنیا تھی۔ ان کے جانے سے علم و فضل کی روشنی ماند پڑ گئی، تقویٰ کی مسند ویران سی ہوگئی، گھٹا نور، بڑھی ظلمت، کہ آخر ظالم حکمرانوں کے عہد جبر و استبداد میں یہی کچھ ہونا تھا۔ لال مسجد کے واقعہ سے نڈھال دینی طبقہ کے لئے مولانا حسن جانؒ کی شہادت کا واقعہ سوہان روح سے کم نہیں، حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ جناب پرویز مشرف صاحب ہر ایک نے مرنا ہے، ہر چند مرحوم مولانا کا نام حسن جان تھا، لیکن وہ حسینی قافلہ کے حدی خواں تھے، خون کربلا آج بھی وقت کے یزیدیوں کا تعاقب کر رہا ہے اور انہیں کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا، جناب پرویز مشرف! یاد رکھئے کہ مولانا حسن جان کا خون ناحق، مظلومیت کی شہادت، ان پر ظلم صریح بالکل رائیگان نہیں جائے گا ”قریب ہے انجام شہیدوں کے لہو کا“ انتظار کریں کہ حکومت کیا کرتی ہے، ورنہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

فانتظروا انی معکم من المنتظرین

عقیدۂ ختم نبوت
تاریخی دلائل

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

انسانیت سن بلوغ کو پہنچ گئی تو حکمت الٰہی نے ختم نبوت کا اشارہ دے دیا، اب انسانیت اپنے اس تنگ دائرہ سے نکل چکی تھی جس میں وہ متعدد تاریخی اسباب کی بنا پر صدیوں سے رہ رہی تھی، اب وہ علم و تمدن باہمی تعارف عالمی وحدت اور تسخیر کائنات کے مرحلہ میں داخل ہو رہی تھی اور اس کی امید پیدا ہوگئی تھی کہ وہ جغرافی تقسیم اور سیاسی اختلافات پر قابو حاصل کرلے گی، قبیلہ اور خاندان، قوم و وطن کے بجائے اب وہ کائنات وسیع انسانیت، عالمگیر ہدایت اور مشترک علم و فن کے مفہوم سے آشنا ہو رہی تھی، سارے قرائن و شواہد بتا رہے تھے کہ اب انسانیت کی سعادت و فلاح اس بات پر موقوف ہے کہ وہ اپنی زندگی کی بنیاد اس وحی پر رکھے جو خدا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکی اور اس عقیدہ اور شریعت پر کاربند ہو، ان اصول و کلیات اور ان احکام و حدود کی پابند ہو جو اس آسمانی صحیفے نے عطا کی ہیں جو صحف سابقہ کا مہیمن و نگراں اور اللہ کی آخری کتاب ہے، اب اسی کتاب اللہ کی روشنی اور رہنمائی میں چلنے، زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے اور زندگی کے میدان عمل میں، طبعی قوتوں، قدرتی وسائل، قلب سلیم اور با مقصد جد و جہد سے کام لینے پر منحصر ہے۔

زمانہ ماضی میں انسانوں کو ان مدعیان نبوت کے ہاتھوں جو الہامات اور بشارتوں یا کشف و کرامات کے نام سے خدا کا فرستادہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے، بڑی زحمتوں کا سامنا اور بڑے انتشار و تشتت کا شکار ہونا پڑا تھا، ان کے دعویٰ کی جانچ اور ان کے فتنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے اور دوسروں کو بچانے میں ان کا بڑا قیمتی وقت اور بڑی کار آمد قوتیں اور صلاحیتیں ضائع ہوئی تھیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کسی نبی برحق کی آمد دنیا کا کوئی معمولی واقعہ نہیں، پیغمبر کی بعثت و دعوت، کسی سیاسی قائد یا قومی رہنما، بانی سلطنت یا مصلح اور ریفارمر کے ظہور کے مرادف نہیں جس کا انکار یا مخالفت، یا بے تعلقی اور غیر جانبداری، سنگین نتائج اور عذاب الٰہی کی موجب نہیں ہوتی، دنیا میں ایسے قائد و رہنما اور داعی و مصلح پیدا ہوتے ہیں اور ان کا انکار کرنے یا ان سے مستفید نہ ہونے سے غیرت الٰہی کو حرکت اور نظام عالمی میں کوئی برہمی نہیں پیدا ہوتی، انبیاء علیہم السلام کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، نبوت حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی امت پر اللہ کی حجت قائم اور تمام کرنے والی ہوتی ہے، قرآن پر نظر رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت، محض کفر اور

عقائد و اعمال و اخلاق کے فساد کے سبب نہ تھی بلکہ نبی مبعوث کی تکذیب، اس کا مذاق اڑانے اور اس کی اہانت کرنے کے سبب سے ہوئی، قرآن کریم نے ان قوموں کی اپنے نبی کے خلاف جرأت و جسارت، استہزاء و اہانت اور ایذاء و شقاوت کے قصے بڑی تفصیل اور تکرار کے ساتھ سنائے ہیں، اس سلسلہ کی آیات کا استقصاء و احاطہ دشوار ہے، ہم یہاں چند آیتوں کے مفاہیم پر اکتفا کرتے ہیں:

”ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہی قصد کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور بیہودہ (شبہات سے) جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کردیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا، (سو دیکھ لو) میرا عذاب کیسا ہوا۔“ (المومن)

”جب کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلا دیتے تھے تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور ان پر عذاب) لاتے اور ان کے افسانے بناتے رہے پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر لعنت۔“ (المومنون)

”پیغمبر نے کہا: اے پروردگار انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے تو میری مدد فرما تاکہ تھوڑے ہی عرصہ میں پشیمان ہو کر رہ جائیں، تو ان کو (وعدۂ) برحق کے مطابق زور کی آواز نے آن پکڑا تو ہم نے ان کو کوڑا کرڈالا، پس ظالم لوگوں پر لعنت ہے۔“

(المومنون)

"اور تم سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں، سو جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے ان کو تمسخر کی سزا نے آگھیرا۔" (الانعام)

"اور تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر ہوتے رہے ہیں، تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا سو (دیکھ لو کہ) ہمارے عذاب کے ساتھ (ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب ان پر واقع ہوا، اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی، مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے پہلے بھیج دیتے تھے۔" (الشعراء)

سلسلۂ ختم نبوت کے خاتمہ سے انسانی صلاحیتیں اور قوتیں اس خطرہ سے محفوظ ہوگئیں کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے اور دور کے فاصلے پر ایک نئے نبی یا دعوت کا ظہور ہوا اور وہ سارے ضروری کام چھوڑ کر اس کی حقیقت معلوم کرنے اور اس کی تصدیق و تکذیب کا فیصلہ کرنے میں لگ جائیں، اس طرح محدود انسانی قوت کو اس روز روز کی مشغولیت اور آزمائش سے بچالیا گیا، اگر سلسلہ نبوت قائم اور مزید قوانین اور جدید تعلیمات و ہدایات کے اصول کے لئے زمین کا آسمان سے رشتہ باقی رہتا، اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کوئی نبی یہ دعویٰ لے کر اٹھتا رہتا کہ اللہ اس سے خطاب کرتا ہے اس کی طرف وحی ہوتی ہے اور تبلیغ رسالت پر مامور کیا گیا ہے، وہ اپنے منکرین کو کافر قرار دیتا اور ان سے خوفناک جنگیں کرتا، جس سے مطلق رعایت اور فرق و استثناء کی گنجائش نہ ہوتی اور دنیا میں پھیلی ہوئی امت میں سے کاٹ کر سینکڑوں یا ہزاروں یا چند لاکھ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی امت بنالیا کرتا، اس طرح ہر تھوڑی مدت بعد اور اس وسیع دنیا کے کسی نہ کسی مقام پر پیدا ہونے والے مدعیان نبوت کے بارے میں لوگ فیصلوں ہی میں الجھ کر رہ جاتے ان مدعیان نبوت میں کچھ دماغی مریض اور مخبوط الحواس ہوتے کچھ پیشہ ور اور دکاندار قسم کے ہوشیار لوگوں اور حکومتوں کے اغراض کے آلۂ کار، کچھ علم کی کمی اور عبادت و مجاہدہ کی کثرت کے سبب سے تلبیسات شیطانی اور فریب نفس کے شکار، یہ سب قسمیں ان مدعیوں میں پائی گئی ہیں، جن کا ازمنۂ سابقہ ظہور میں ہوا اور عقل انسانی کا وسیع تجربہ، نفسیات انسانی کا وسیع تجربہ، نفسیات انسانی کا وسیع مطالعہ، سیاسیات اور حکومتوں کے وسیع مقاصد کا علم اب بھی ان کو بعید از قیاس اور ناممکن قرار نہیں دیتا بلکہ علم جدید اور وسیع تجربہ کی روشنی میں ان کو سمجھنا اور آسان ہوگیا ہے۔

حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام کی اس طویل اور پرآشوب تاریخ میں کوئی قلیل سے قلیل مدت ایسی نہیں پائی جاتی، جب اسلام کی حقیقی دعوت بالکل بند ہوگئی ہو حقیقت اسلام بالکل پردہ میں چھپ گئی ہو اور امت اسلامیہ کا ضمیر بالکل بے حس ہوگیا ہو اور تمام عالم اسلام پر بالکل اندھیرا چھا گیا ہو

عہد عتیق (توراۃ) کا مطالعہ یہ واضح طور پر بتاتا ہے کہ بہت سے طالع آزما، جاہ پرست اور دینی قیادت کے حریص لوگوں نے نبوت و الہام اور عالم غیب سے براہ راست ربط و اتصال کے دعوے کئے اور اس سلسلے میں جھوٹے سچے خوابوں کو بطور دلیل پیش کیا، جس نے یہودی معاشرہ میں شدید انتشار پیدا کر دیا، چنانچہ خود بنی اسرائیل کے صحیفوں میں اس کے خلاف بار بار آگاہی دی گئی ان مدعیان کاذب کی طرف سے ہوشیار و خبردار کیا گیا۔

عہد عتیق (توراۃ) کا مطالعہ یہ واضح طور پر بتاتا ہے کہ بہت سے طالع آزما، جاہ پرست اور دینی قیادت کے حریص لوگوں نے نبوت و الہام اور عالم غیب سے براہ راست ربط و اتصال کے دعوے کئے اور اس سلسلے میں جھوٹے سچے خوابوں کو بطور دلیل پیش کیا

یہود کے تاریخی مآخذ سے پتا چلتا ہے کہ ان "مسیحیوں" کا سلسلہ عہد نامہ قدیم کی تدوین کے بعد بھی جاری رہا اور خاص طور پر اس کی کثرت اس معاشرے میں ہوئی جس میں یہودی مظلومیت اور جبر و تعدی کا شکار رہے، چنانچہ یہودی معاشرہ اسے نجات دہندہ کے انتظار میں رہنے لگا جو اس شرمناک حالت سے نکالے اس کے دشمن سے بدلہ لے اور اس کا کھویا ہوا وقار و اعتبار بحال کرے، معاشرہ کے زخمی اور ٹوٹے ہوئے دل اور غم و غصہ کے جذبات سے ذہین و نا خدا ترس اور بے دین لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ان کو اپنے ذاتی مفاد اور سیاسی اغراض و حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا، وہ اپنی ملت کے سامنے بشارتوں اور غائب دانی کے دعوؤں کے ساتھ آگئے اور نئی نبوت کا جھنڈا بلند کیا اس نے ان مایوس طبیعتوں پر جادو کا کام کیا جو ایک طویل عرصہ سے قائم رہنے والے حالات سے تنگ آ چکی تھیں اور اس طرح ان کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہوگئی عقائد کا بگاڑ بڑھ گیا، بدعتوں کی کثرت ہوگئی اور نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے اس صورت حال نے اصل یہودی تعلیمات کے لئے ایک بڑا خطرہ پیدا کر دیا اور غیرت و حمیت رکھنے والوں کو چونکا دیا، ایم ہائمسن، امریکی، برطانوی جیوش ہسٹاریکل سوسائٹی کا ممبر انسائیکلوپیڈیا مذہب و اخلاص میں لکھتا ہے:

"یہودی حکومت کی آزادی سلب ہو جانے کے بعد پچھلی چند نسلوں تک بہت سے خود ساختہ مسیحاؤں کا ذکر یہودیوں کی تاریخ میں ملتا ہے، جلاوطنی کے تاریک دور اور زمانوں میں امید اور خوشخبری کے یہ

پیغامبر، خود ساختہ قائدین کی حیثیت سے یہودیوں کے وطن، جہاں سے ان کے آباؤ اجداد نکال باہر کئے گئے تھے واپس لے جانے کی امیدیں دلاتے رہتے تھے، اکثر اوقات اور خصوصاً قدیم زمانہ میں ایسے مسیح ان مقامات پر اور ایسے زمانہ میں پیدا ہوتے تھے، جہاں یہود پر ظلم وستم انتہا کو پہنچ جاتا تھا اور اس کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہوجاتے تھے، اس قسم کی تحریکیں عموماً سیاسی نوعیت کی حامل ہوا کرتی تھی، خصوصاً بعد کے زمانہ میں تو تقریباً ہر تحریک کا یہی رنگ تھا اگرچہ یہ تحریکیں مذہبی عنصر سے کم ہی عاری ہوا کرتی تھیں، لیکن اکثر ان کے بانی بدعات کو فروغ دے کر اپنی سیادت کا دائرہ اور اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، جس کے نتیجے میں یہودیت کی اصل تعلیمات کو بہت نقصان پہنچتا تھا، نئے نئے فرقے جنم لیتے اور پھر بالآخر عیسائیت یا اسلام میں ضم ہوجاتے تھے۔“ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ج:A ص:۵۸۸)

عہد مسیح میں مدعیان نبوت کاہنوں اور ہدایت ربانی کے براہِ راست حاصل ہونے کے دعویداروں کے بارے میں ہم یہاں اس موضوع کے ایک ماہر خصوصی مسیحی فاضل کی شہادت نقل کریں گے، جس سے مسیحی علماء کی (اخیر دور میں ان مدعیان نبوت کی کثرت پر) تشویش اور سلامتی عقیدہ، وحدت دین اور پرامن زندگی کی خاطر فکر مندی ظاہر ہوتی ہے ایڈون ناکس مشکل، ہارٹ فورڈ، کے مدرسہ دینیات میں یونانی رومی اور مشرقی کلیسا کی تاریخ کے پروفیسر لکھتے ہیں:

”ان جھوٹے نبیوں کے ظہور نے جو ماورائی حکمت (Superior Wisdom) کے مدعی ہوتے تھے، بہت جلد بے اعتمادی پیدا کردی اور کلیساؤں اور ان کے رہنماؤں کو اس خطرے کا احساس دلایا جو ان کی فلاح و بہبود کے گرد منڈلا رہا تھا تاہم ابھی کوئی تادیبی طریقہ وجود میں نہیں آیا تھا جو جانا پہچانا بھی ہو اور ان مکاروں کا زور بھی ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جنہیں یہ دعویٰ تھا کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے اور ان پر بذریعہ وحی اپنے رازہائے سربستہ منکشف کرتا ہے ابھی تک کوئی ایسا معیار نہیں دریافت ہو پایا تھا، جس کے ذریعے ان مدعیان روحانیت کی صداقت کا امتحان لیا جاسکتا، ایسے معیار کا دریافت ہونا قطعاً ضروری تھا اگر یہ دریافت نہ بھی ہوتا تو بھی کلیسا اس کی تخلیق کرکے رہتا تاکہ اس کے ذریعے مذہب کو بنیادی اصولوں میں انتشار اور زندگی کو اتحاد کے راستے پر جاپڑنے سے بچاسکے اور اس طرح خود اپنی حفاظت کا انتظام کرسکے۔“

ہرموپاسٹر کی تصنیف "MAND" اور اگنیشس کی تصنیف جھوٹے نبیوں اور معلموں کی خلاف انتباہات بھری ہوئی، ڈائی ڈاک "The Didache" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہانت کو ابھی تک آزادی حاصل تھی بلکہ شام یا مصر میں تو اسے خاصی شہرت بھی حاصل تھی، اگرچہ وہ اکثر جعلی ہوتی تھی اور مردود و مسترد قرار پائی تھی، بہرحال اب اس کی زندگی کے آخری دن تھے کیونکہ جلد ہی اس کے نصیب میں بھی وہی عمومی بداعتمادی اور مخالفت آنے والی تھی جس سے ان تمام اشخاص کو سابقہ پڑا تھا جو اپنے حق میں ماورائی حکمت سے سرفراز ہونے کے دعویٰ میں نہایت غلو سے کام لے رہے تھے، عارفین اور مارسین متبعین کے اپنے اپنے نبی اور اپنے اپنے کلیسا تھے اور بعض اوقات ان میں امتیاز کرنا ناممکن ہوجاتا تھا۔ مونٹازم کی تحریک بعض پہلوؤں سے پیغمبریت کو ہوا دینے والی تھی (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دعویٰ نبوت کا سیلاب پھٹ پڑا ہے) یہ ایک ایسی سعی کے مترادف تھا جس کا مقصد عیسائیت سے متعلق ان ابتدائی حالات کا احیاء تھا جن میں ہر مومن اپنی باطنی صلاحیتوں کے عطیۂ خداوندی کے اجاگر کرنے میں آزاد تھا۔

رفتہ رفتہ کلیساؤں نے دفاعی پوزیشن اختیار کرلی اور جلد ہی اس نتیجہ پر پہنچے کہ حوارئین کے ورثہ کو برقرار رکھنے کے لئے تعاون کیا جائے، اس طرح کہانت پر تحذیری، ریکارڈ کے ذریعے پابندی لگائی گئی، الغرض تمام ناپائیدار اور بے ضابطہ روحانی صلاحیتوں کا وہی انجام ہوتا ہے جو کہانت کا ہوا، لاف وگزاف، معجزات وشفائے امراض کا زور کم ہوتا گیا اور

پیشین گوئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ زمانہ آرہا ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔“ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے عرض کی: ”یارسول اللہ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہوجائیں گے؟“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں! تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہوگے، لیکن تمہاری حالت ایسی ہوجائے گی، جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس و خاشاک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھالے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈالے گا، ایک صحابیؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کمزوری کیسی ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔“

الفاظ کا اثر

ایک بچے کو بیماری لاحق ہوئی، والدین نے امام مسجد کو بلوایا اور ڈاکٹر کو بھی بلا بھیجا، پہلے امام صاحب آئے اور بیمار بچے کے سرہانے بیٹھ کر سورۂ فاتحہ پڑھنے لگے، اتنے میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے، انہوں نے نفرت سے امام صاحب کو دیکھا اور کہا: الفاظ سے کچھ نہیں ہوتا دوا ہی بیماری کو ٹھیک کرتی ہے۔ امام صاحب نے ڈاکٹر کو دیکھا اور فرمایا: ''آپ جاہل اور نادان ہیں'' یہ سن کر ڈاکٹر کا چہرہ احساسِ ذلت سے سُرخ ہو گیا اور ہونٹ کپکپانے لگے، امام صاحب نے فرمایا: ''آپ نے الفاظ کا اثر ملاحظہ فرمایا، میں نے آپ کو جاہل اور نادان کہا، یہ الفاظ ہی تو ہیں جن سے آپ کا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا، نبض کی حرکت تیز ہو گئی، نتھنے پھڑکنے لگے اور آپ لڑنے مرنے پر آمادہ نظر آنے لگے، کیا آپ کی کوئی دوائی یہ کام کر سکے گی؟''

دوسری صدی عیسوی کے اختتام تک ان سب (بشمول رہبانیت) کی عنان کلیسا کے باضابطہ عہدہ داروں کے ہاتھ میں آ گئی۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ص: ۳۸۳، ۳۸۲ طبع ۱۹۲۹ء)

ختم نبوت کامل دین کا لازمی نتیجہ ہے

ختم نبوت اس دین کامل کا لازمی اور منطقی نتیجہ اور تقاضا تھا، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جو عقائد وقوانین، اخلاق واجتماعی تعلیمات کے لحاظ سے ہر طرح مکمل اور ان صالح اور صحیح بنیادوں پر قائم تھا جن پر ہر زمانہ اور ہر مقام پر صالح معاشرہ اور صحت مند تہذیب قائم ہوتی ہے اور فرد اپنی پوری مطلوب تکمیل اور معاشرہ معراج ترقی وکمال پر پہنچتا ہے اور اس فطری رفتار میں بغیر کسی قسم کی دقت وطوالت کے اپنے اعلیٰ مقاصد کمالِ انسانی اور دین ودنیا کی جامعیت تک پہنچ جاتا ہے، اس کے ساتھ ہی قانون شریعت میں وہ کسی کی زندگی کے کارواں سے بچھڑ جانے اور فطرت کے جائز مطالبات کی تکمیل میں ناکامی کا شائبہ بھی نہیں پاتا بلکہ شریعت اسلامی کو ہر زمانہ سے آگے اور صنعت الٰہی اور حکمتِ خداوندی کا ایک محیر العقول نمونہ پاتا ہے۔

کائنات کا مطالعہ اور اس وسیع دنیا میں سنت اللہ کا علم اور قوموں کے ماضی وحال کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے یہاں نہ اسراف ہے نہ کوتاہی بلکہ اس کے یہاں ہر چیز ایک خاص مقدار سے بنی ہے اور وہ اشیائے کائنات کو بھی ایک اندازے کے مطابق پیدا کرتا ہے ہم کسی گوشہ میں جو کمی بیشی اور افراط وتفریط دیکھتے ہیں وہ ہماری نظر کا قصور، ہمارے ناکافی علم کی دلیل ہے، کائنات اور عالم طبعی کے مقابلہ میں عالم امر وتشریع باریک بینی ونزاکت اور تناسب وتوازن کا زیادہ مستحق ہے اس لئے کہ وہ غایت ومقصود ہے اور کائنات اور عالم خلق وسیلہ اور ذریعہ۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے اختتام کی کوئی نقلی دلیل نہ ہوتی جب بھی نبوت محمدی کے بعد کسی نبوت جدیدہ کے ذریعے انسانوں کی آزمائش بالکل ایک غیر ضروری چیز اور ہماری اس جانی پہچانی ہوئی سنت اللہ کے خلاف ہوتی جو مخلوقات اور کائنات کے ہر گوشہ میں روزاول سے کارفرما رہی ہے۔

دین اسلام کی زندگی، تازگی اور اس کی مردم خیزی کی صلاحیت

امت یا انسانوں کے کسی فرد کے لئے کسی بھی زمانہ میں یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ وہ مراتب یقین، قرب ووصول رضا ومقبولیت، رجوع وانابت، تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا، البتہ اس کے اسباب دوسرے ہو سکتے ہیں، جیسے ضعیف ارادہ وکم ہمتی مادیت اور خواہشات کی پیروی یا قرآن کریم وحدیث سے ناواقفیت وغیرہ، ورنہ یہ دین تو زندگی، قوت وجدت سے پُر اور تمام دنیوی واخروی سعادتوں کا جامع ہے، جس پر محنت وعزم واخلاص کے ساتھ عمل کے ذریعہ کوئی بھی انسان قرب وبلندی اور کمال کے ان اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتا ہے جن کے اوپر صرف نبوت کا مقام ہے۔

ہمارے سامنے اس کی کھلی دلیل خدا کی یہ معجزانہ اور ابدی کتاب ہے، جو قوت وحیات سے لبریز ہے اور جس کی تازگی وشگفتگی میں نہ کوئی فرق پڑتا ہے، نہ اس کے عجائبات اور کرشمہ جات کی کوئی انتہا ہے۔ ''نماز'' بھی جو قوت وحیات سے بھرپور ہے ایسی ہی چیز ہے جو اللہ سے تعلق اور اس تک وصول اور ولایت ومحبوبیت کے منازل تک پہنچانے میں دین کے شعبوں میں بھی اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتی اور ان دونوں چیزوں کے ذریعہ ہر زمانہ میں اس امت کے مخلص اور صاحب عزیمت افراد، ایمان ویقین، علم ومعرفت، ربانیت وروحانیت قرب وولایت کے مقام تک پہنچتے رہے ہیں، جہاں اذکیاء کی ذکاوت وذہانت اور عقلاء وحکماء کے قیاس کی بھی رسائی نہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد حد شمار سے باہر رہی ہے۔

دین کے یہ دونوں سرچشمے اس امت کے افراد اور اس کی نسلوں کو برابر قوتِ نمو، حیات ونشاط اور خالص روحانیت سے سیراب وشاداب کرتے رہے ہیں اور ان کے ذریعہ یہ امت کسی نئی نبوت وبعثت سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کے ہر دور اور تاریخ کے ہر مرحلہ میں خدا پرستانہ زندگی گزارتی اور نماز اور قرآن سے قلب وروح کی تقویت پاتی رہی اور اپنے زمانہ کی طرف ہدایت ورہنمائی کا ہاتھ بڑھاتی رہی ہے، اسی لئے اللہ سبحانہ فرماتا ہے، جس کا مفہوم ہے:

''اور خدا (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین

(پسند یا) اس نے ..... پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوۃ دو اور خدا کے (دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔"
(سورۃ الحج)

پھر خود اس دین میں مخالفت دین کے خلاف ابھارنے والی ایک عجیب قوت پوشیدہ ہے جو ہر بے راہ روی اور انسانیت اور باقی ماندہ خیر و صلاح کو ضائع اور تلف کرنے والی قوت کے خلاف بغاوت برپا کرتی ہے اور باطل کے چیلنج کا جواب دینے اور شر و فساد کی قوتوں اور فساد و اتحاد کے داعیوں سے لڑنے دینی معیار کو برقرار رکھنے اخلاقی نظام کو کنٹرول کرنے جابر بادشاہوں کے سامنے جان کا خطرہ مول لے کر کلمہ حق کہنے، منفعتوں اور لذتوں کے ہم رنگ زمین دام سے بچنے، بدعات و خرافات، فتنوں اور گمراہیوں پر نکیر کرنے پر آمادہ کرتی ہے خواہ اس میں جان و مال کا کتنا ہی خسارہ اور جسمانی تکلیف و اذیت کا خطرہ کیوں نہ ہو، چنانچہ یہ کتاب مسلمانوں کو برابر عدل قائم رہنے اور اپنے اور اپنے والدین و اقرباء تک کے خلاف سچی گواہی دینے اور انہیں نیکی تقویٰ سے تعاون اور گناہ و سرکشی سے عدم تعاون، جہاد فی سبیل اللہ، ملامت گروں کی ملامت سے بے پرواہی، معروف کا حکم دینے اور منکر سے روکنے، اللہ اور اللہ والوں کا دوست بننے شیطان اور اس کے اتباع و انصار سے لڑنے، دین کو دنیا کے بدلے نہ فروخت کرنے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینے کی تلقین کرتی رہی ہے، اس طرح صریح صحیح اور قطعی احادیث نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے اور حسب استطاعت ہاتھ، زبان اور قلب سے جہاد کو واجب قرار دیتی ہیں، اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک کرنے والے اور خدا کے دشمنوں، دین میں تحریف کرنے والوں اور بدعتوں سے موالات اور مصالحت کرنے والوں کو وعید سناتی ہیں اور اس قسم کی احادیث تواتر اور شہرت عام کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں، اللہ کی کتاب دنیا کے ہر مقام اور تاریخ کے ہر موڑ پر ایسے لوگ پیدا کرتی رہی ہے جو جہاد و اجتہاد کا علم بلند کئے رہے اور دعوت و اصلاح کی تحریکوں کی قیادت کرتے اور نتائج و انجام کی پرواکئے بغیر حق و باطل کے معرکوں میں اترتے رہے ہیں۔

> **کائنات کا مطالعہ اور اس وسیع دنیا میں سنت اللہ کا علم اور قوموں کے ماضی و حال کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے یہاں نہ اسراف ہے نہ کوتاہی بلکہ اس کے یہاں ہر چیز ایک خاص مقدار سے بنی ہے اور وہ اشیائے کائنات کو بھی ایک اندازے کے مطابق پیدا کرتا ہے ہم کسی گوشہ میں جو کمی بیشی اور افراط و تفریط دیکھتے ہیں وہ ہماری نظر کا قصور، ہمارے ناکافی علم کی دلیل ہے**

یہی وہ کتاب ہے جس نے مسلمانوں کو فساد و ضلالت کے دھاروں میں بہنے اور اہلیت بے اعتدالی کا ساتھ دینے سے روکے رکھا، کمزوروں میں نئی روح پھونک دی اور سوئی ہوئی ہمتوں اور بجھے ہوئے دلوں میں بھی ایمان اور غیرت و حمیت کے شعلے بھڑکا دیئے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام کی اس طویل اور پر آشوب تاریخ میں کوئی قلیل سے قلیل مدت ایسی نہیں پائی جاتی، جب اسلام کی حقیقی دعوت بالکل بند ہوگئی ہو حقیقت اسلام بالکل پردہ میں چھپ گئی ہو، امت اسلامیہ کا ضمیر بالکل بے حس ہوگیا ہو اور تمام عالم اسلام پر بالکل اندھیرا چھا گیا ہو۔ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب بھی اسلام کے لئے کوئی فتنہ نمودار ہوا اس کی تحریف اور اس کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی یا اس کو غلط طریقہ پر پیش کیا گیا، مادیت کا کوئی سخت حملہ ہوا، کوئی طاقتور شخصیت ایسی ضرور میدان میں آگئی جس نے اس فتنہ کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا اور اس کو میدان سے ہٹا دیا۔ بہت سی دعوتیں اور تحریکیں ایسی ہیں جو اپنے وقت میں بڑی طاقتور تھیں، لیکن آج ان کا وجود صرف کتابوں میں رہ گیا ہے ان کی حقیقت کا سمجھنا بھی آج مشکل ہے، کتنے آدمی ہیں، جو قدریت، جہمیت، اعتزال، خلق قرآن، وحدۃ الوجود اور اکبر کے دین الٰہی، کی حقیقت اور تفصیلات سے واقف ہیں، حالانکہ یہ اپنے اپنے وقت کے بڑے اہم عقائد و مذاہب تھے، ان میں سے بعض کی پشت پر بڑی بڑی سلطنتیں تھیں اور اپنے زمانے کے بعض بڑے ذہین اور لائق اشخاص ان کے داعی اور علمبردار تھے لیکن بالآخر حقیقت اسلام نے ان پر فتح پائی اور کچھ عرصے کے بعد یہ زندہ تحریکیں اور سرکاری مذہب، علمی مباحث بن کر رہ گئے جو صرف علم کلام اور تاریخ و عقائد کی کتابوں میں محفوظ ہیں، دین کی حفاظت کی یہ جدوجہد، تجدید و انقلاب کی کوشش اور دعوت و اصلاح کا یہ سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی اسلام کی تاریخ اور ایسا ہی مسلسل ہے جیسی مسلمانوں کی زندگی۔

احساس ذمہ داری اور باطل کا مقابلہ کرنے عزم و قوت پر عقیدہ بقائے نبوت کا اثر

اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ اسلام میں جہاد و تجدید و اجتہاد، صحیح اقدار و معیار کو بازیافت کرنے دین کو اس کے صحیح رخ پر ڈالنے ظالم کا ہاتھ پکڑنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کی روایت کے تسلسل میں امت اور خاص طور پر علماء کا اپنے آپ کو حق و انصاف کی

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

شبِ قدر...... ھزار مہینوں سے افضل

قاضی اسرائیل گڑنگی

اللہ پاک نے جس طرح بعض دنوں کو بعض دنوں پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی ہے، اسی طرح بعض راتوں کو بھی بعض راتوں پر بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔

تمام سال کی راتوں میں سب سے شان والی اور بزرگی والی رات شب قدر ہے، اسی رات کو امت مسلمہ کے لئے تحفہ خداوندی کہا جاتا ہے، اسی رات کی شان اور عظمت کا آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنی نپی کتاب قرآن مجید میں پوری ایک سورۃ نازل فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''ہم نے (قرآن پاک) کو شب قدر میں نازل کیا ہے، تجھے (اے نبی) کیا معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، فرشتے اور روح یعنی جبرائیل امین اس رات میں اپنے رب کے حکم سے تمام احکام لے کر نازل ہوتے ہیں، (یہ رات) سراسر سلامتی کی رات ہے، صبح صادق کے طلوع تک (یہ سلسلہ جاری رہتا ہے)۔''

اس مختصر سورۃ سے چار اہم چیزیں معلوم ہوئیں:

۱:...... نزول قرآن پاک۔

۲:...... ہزار ماہ سے زیادہ فضیلت۔

۳:...... فرشتوں کا نزول۔

۴:...... صبح صادق تک امن وسلامتی اور خیرو برکت کی بارش۔

یہ چار خصوصیات اس میں جو بیان ہوئی ہیں اپنے اندر ہر ایک بے پناہ حکمتیں رکھتی ہیں، ان میں ایک قسم کا عجیب ربط بھی ہے قرآن کریم جو اللہ پاک کی آخری آسمانی کتاب ہے، اس رات ہی نازل ہوا۔

پھر اللہ پاک نے اپنے آخری پیغام کو سالہا سال کا طول عطا کیا تا کہ میرے بندے اس سے خوب فیض حاصل کرتے رہیں، فرشتوں کے نزول کو اس لئے بیان کیا کہ بندوں کو معلوم ہوجائے کہ ہمارے علاوہ خدا کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جن کی غذا صرف اللہ پاک کی تسبیح ہے لیکن وہ ہماری آنکھوں سے مستور ہے، صبح صادق تک امن وسلامتی وخیر وبرکت کی جو فضا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ خاصان خدا تجلیات الٰہی کی کچھ لہریں دیکھ کر خداتعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

شب قدر احادیث کی روشنی میں

نبی کریم کے ارشادات و فرمودات جو اس رات کے متعلق ہیں وہ بہت زیادہ ہے، ان کا احاطہ تو اس مضمون میں مشکل بلکہ محال ہے مگر بطور نمونہ کے چند احادیث کی ایک مختصری جھلک قارئین کے سامنے نقل کرتے ہیں:

☆...... ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار طویل العمر اشخاص حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام بن نون کا ذکر کیا، اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی، حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور فرمایا کہ یارسول اللہ! آپ کی امت کو اتنی اتنی سال کی عبادت پر بڑا تعجب ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو اس سے بہتر چیز عنایت فرمائی پھر سورۃ قدر اول سے آخر تک پڑھ کر سنائی۔

☆...... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ نوافل پڑھے تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

☆...... حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی کریم ﷺ نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہورہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا، مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ اس پر نبی اقدسؐ نے یہ دعا تلقین فرمائی کہ: ''اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، لہٰذا میری خطاؤں کو معاف کر۔''

☆...... حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر میں جبرائیل امین فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اللہ کے جو بندے کھڑے یا بیٹھے عبادت یا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں، ان کے واسطے یہ سب فرشتے خیرو رحمت کی دعا کرتے ہیں، ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

☆...... حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع دیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہورہا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہورہا تھا، جس کی وجہ سے اس کا تعین ذہن سے جاتا رہا۔

حضرت امام مالکؒ نے موطا میں روایت کی ہے

مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی

رمضان المبارک کا آخری عشرہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور انعامات کا ذریعہ ہے، اس عشرہ میں لیلۃ القدر جیسی مبارک گھڑیاں رکھ دی ہیں، جن کے پانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر

سے تلاش کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف جیسی عبادت کی بھی فضیلت و اہمیت بیان فرمائی ہے، گویا ہوسکتا ہے کہ اعتکاف کی برکت سے شب قدر کی سعادتیں نصیب ہوجائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کم از کم طاق راتوں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں ہی لیلۃ القدر کو تلاش کیا جائے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ۲۷ ویں شب میں تو ضرور اس کی جستجو کرو، اس لئے کہ ۲۷ ویں شب نزول قرآن کی شب ہے، اس میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا، بعد میں تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ لہٰذا

تاکید فرمائی ہے کہ لیلۃ القدر کو خوب محنت اور جدوجہد اس رات میں ذکر و تسبیح، نوافل و تلاوت اور درود شریف میں مشغول رہ کر شب قدر کی فضیلت کو حاصل کیا جائے، اس شب میں عبادت کرنے والا انشاء اللہ محروم نہیں رہے گا، خواہ اس کو بظاہر کچھ بھی نظر نہ آئے۔

الغرض رمضان المبارک کے تین عشروں میں سے آخری عشرہ کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس عشرہ میں اعتکاف کی عبادت اور شب قدر کی تلاش بھی کی جاتی ہے، یہ تمام ساعتیں اور گھڑیاں بڑی قیمتی ہیں، ان ساعتوں میں سے ایک گراں قدر ساعت جمعۃ الوداع بھی ہے۔

رمضان المبارک میں جمعہ کی برکت سے نیکیاں اور زیادہ گراں قدر ہوجاتی ہیں۔ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے دونوں کو پیدا کر کے جمعہ کو ان میں سے چن لیا اور پسند کیا اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی، اور ان

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلی امتوں کے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں تو شاید آپ کو اپنی امت کی عمریں ان کی بہ نسبت کم دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ میری امت کے لوگ عمل کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکیں گے جس پر پچھلی امتوں کے یہ لوگ پہنچے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار ماہ سے بہتر اور افضل ہے۔

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ یا رمضان کی آخری رات۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شب قدر میں زمین و آسمان کے درمیان جتنی جاندار اور بے جان مخلوق ہے سب سجدہ کرتی ہے۔

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ اس رات کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ رات روشن اور تابناک ہوتی ہے، صاف اور شفاف ہوتی ہے، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل، اس رات کی صبح کو آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں نہیں پھوٹتیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا، صحابہ کرام کو اس پر رشک آیا تو اللہ رب العزت نے سورۂ قدر کو نازل فرمایا، جس میں شب قدر کا ذکر کیا گیا، بھائیو! اس زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اس رات کو خوب عبادت کریں، شاید یہ رات آپ کی زندگی کی آخری رات ہو، آپ اس رات میں خوب رو رو کر خداوند عالم سے دعا کریں کہ اللہ پاک سابقہ گناہ معاف فرمائے، آئندہ کے لئے پختہ عہد کریں کہ ہم کوئی گناہ نہیں کریں گے، موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے، ہمیں خدا کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے۔

☆☆......☆☆

کے لئے جمعہ کو مقرر فرمایا، پس ہر وہ نیک عمل کہ انسان جمعہ کو کرتا ہے، اس کے لئے اس کے عوض ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، پھر جو شخص جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردیتا ہے اور دنیا سے بخشا بخشایا نکلتا ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جو شخص جمعہ یا شب جمعہ کو انتقال کرتا ہے قیامت تک عذاب خداوندی سے پناہ میں رہتا ہے اور اس پر شہیدوں کی مہر لگادی جاتی ہے۔''

ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عمرؓ! کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جو نماز جمعہ کے لئے اپنے گھر سے نکلے اور پھر بھی اس کے لئے تمام کنکر، پتھر شہادت نہ دیں، اور تمام پتھر، کنکریاں اور خاک جس پر سے وہ چل کر نماز جمعہ کے لئے گیا ہو اس کے لئے استغفار نہ کریں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو پاک کپڑے پہن کر نماز جمعہ کے لئے نکلے اور پھر بھی خدا اس کی طرف نظر رحمت نہ کریں اور اس کی تمام حاجتیں خواہ دینی ہوں یا دنیاوی پوری نہ کریں۔'' (نزہۃ المجالس)

جمعۃ المبارک ایسا بابرکت اور اہم دن ہے کہ جس کے لئے خصوصی اہتمام کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔''
(الجمعۃ:۹)

یعنی جب جمعہ کی اذان ہو تو اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک کرکے جلد از جلد مسجد میں آنا چاہئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

لوگوں نے ایک مرتبہ ادھم بلخیؒ سے سوال کیا، کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتا؟ آپؒ نے فرمایا: ''اس وجہ سے تم خدا کو جانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے، قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے، جانتے ہوئے بھی کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے، مگر اس کی طلب نہیں کرتے، جانتے ہو کہ دوزخ گناہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے، شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے، بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو، خویش اقارب کو اپنے ہاتھوں سے زمین میں دفن کرتے ہو مگر عبرت نہیں پکڑتے، موت کو برحق جانتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں پکڑتے، بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے ہو، اپنی برائیوں کو ترک نہیں کرتے، لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو، بھلا ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟''

ساعت نہایت بہتر اور قبولیت کی ساعت ہوتی ہے، اس وقت بندہ اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے۔

حضرت کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں مکہ کو، مہینوں میں رمضان کو اور دنوں میں جمعہ کو اور راتوں میں شب قدر کو فضیلت بخشی ہے۔

جب جمعہ کے دن کو عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت اور فضیلت حاصل ہے تو رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چونکہ جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے، لہٰذا اس کی فضیلت و منزلت کے کیا کہنے۔

یہ جمعہ بھی ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس دن اللہ کے حضور خصوصی دعاؤں میں مشغول رہیں، الوداعی جمعہ اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں۔ رمضان المبارک میں ہم سے اگر کوتاہیاں ہوگئی ہیں یا بے احتیاطی کا برتاؤ ہوا ہے، جس کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کیا گیا ہے جو روزوں کی تقدیس و حرمت کے منافی ہے، اس پر خوب توبہ و استغفار کریں۔

یہ جمعہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا جمعہ ہوتا ہے، اس کی خیر و برکات آئندہ سال کسی قسمت والے کو ہی نصیب ہوگی، اس لئے اس آخری جمعہ کے ایک ایک لمحہ کو اللہ کے حضور ندامت، توبہ و استغفار اور طلب مغفرت کے عمل میں صرف کرنا چاہئے تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پانے والے بندوں میں ہمارا بھی شمار ہوجائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاک ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک پایا اور اپنے رب سے اپنی مغفرت نہیں کرائی، جمعۃ الوداع ہمارے لئے بہترین موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم حق تعالیٰ شانہ سے اپنی مغفرت کرائیں۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور خاص کر جمعۃ الوداع مسلمانوں کے لئے بہت اہم درس عبرت دیتا ہے کہ زندگی صبح، دوپہر اور شام کی مانند ہے، رمضان المبارک بھی رحمت، مغفرت اور خلاصی نار ہے۔

حق تعالیٰ شانہ تمام امت مسلمہ کو رمضان کے تینوں عشروں اور خاص کر آخری عشرہ کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ اسی طرح جمعۃ الوداع کے مبارک لمحات سے بھی ہم سب کو مستفید فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

عید الفطر

خوشی، مسرت اور شادمانی کا دن

ایم عبدالرحمٰن

"اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے بھرا ہوا خوان اتار کہ وہ دن ہمارے پہلے اور پچھلوں کے واسطے عید رہے۔"

(سورۃ المائدہ)

یہ ایک ایسا لطف افزا اور مسرت انگیز مبارک دن ہے کہ اس دن نیک بندوں پر جناب باری کی طرف سے برکت و رحمت، سرور و فرحت عود کرتی ہے، گناہگار بندے روزے کی ریاضت، تراویح و نوافل کی محنت و مشقت کے بعد پاک روح اور صاف دل ہو کر فرحاں و شاداں، خوشی خوشی اپنے مولائے کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جناب باری بھی ازراہ شفقت و رحمت اس رجوع اور انابت الی اللہ کے صلہ میں عید کے دن اپنے بندوں پر بے حساب انعام و اکرام لٹاتا ہے۔

چنانچہ عید الفطر کے دن اظہار مسرت کی غرض سے نیک بندوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں دریافت فرماتا ہے۔

اے فرشتو! اس مزدور کا بدلہ کیا ہے؟ جو اپنا سارا کام پورا کر چکا ہو، فرشتے جواب عرض کرتے ہیں: اے رب! اس کا بدلہ تو یہی ہے کہ اس کام کی پوری پوری مزدوری دی جائے۔

یہ جواب سن کر باری تعالیٰ عزاسمہ، گواہ بناتے ہوئے فرشتوں سے پھر یوں خطاب فرماتا ہے:

فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رمضان کے روزے رکھنے والوں کا ثواب و بدلہ اپنی رضا مندی و مغفرت بنایا ہے، کیونکہ انہوں نے میرا فرض ادا کیا ہے اور نماز عید اور دعا کے شوق میں اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے گھروں کو چھوڑ کر میدان عیدگاہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں، لہٰذا مجھے اپنی عزت و جبروت کی قسم ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ان کی پردہ پوشی کروں اور فضیحت و رسوائی نہ کرتے ہوئے ان کے حق میں ان کی جائز دعاؤں ہی کو قبول کروں۔

پھر اللہ تعالیٰ گناہگار بندوں کی طرف توجہ مبذول فرما کر ارشاد کرتا ہے، میرے بندو! واپس گھر جاؤ، میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری خطائیں نیکیوں سے بدل ڈالیں، اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان اپنے گھروں کو اس حالت میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

اسلامی عید کیا ہے؟

اسلامی عید خدا کے فضل سے تمام عیوب سے پاک ہے اور اخلاقی و روحانی عظمت و برتری کا ایک بہترین نمونہ اور دلکش منظر ہے، مسلمانوں کی عید شراب و کباب، جوا، آتش بازی رنگ پاشی، ناچ و رنگ کی عید نہیں بلکہ خالق کائنات کی توحید و تمہید اور شان عبودیت کا عالمگیر مظاہرہ ہے۔

مسلمانوں کی عید شکرانہ کی عید ہے، سجدۂ عبدیت کی عید ہے، اظہار تذلل وانکساری کی عید ہے، اس بات کی خوشی ہے کہ خدائے واحد نے اپنے موحدوں کو اپنے احکام و اوامر اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا، ظلمت کدۂ عالم میں نور ہدایت بخشا، ستارہ پرستی، بت پرستی، مظاہر پرستی اور دیگر ہر قسم کی پرستیوں سے بچا کر توحید کی صراط مستقیم پر گامزن کیا، تادیب نفس، کسر شہوت اور حصول اتقا کی توفیق بخشی اور اپنے فرمانبرداروں پر کرم کیا اور مومنین قانتین نے سارا ماہ روزوں میں گزارا، پس اس اصلی خوشی حقیقی مسرت اور واقعی انبساط تو اسی کا ہے جو اس ماہ میں روزہ دار رہا اور تقویٰ و پرہیزگاری حاصل کی۔

دوستو! اچھے کھانوں، نئے لباس اور عمدہ کپڑے پہننے، عطر و گلاب لگانے، خوشبو سونگھنے، ظاہری ترک و احتشام اور زیب و زینت دکھانے، گاڑی گھوڑے اور کار پر سوار ہونے، مکلف اور گراں قدر فرش دفروش بچھانے وغیرہ وغیرہ سامان کرنے ہی کا نام عید نہیں ہے۔

بلکہ عید سے یہ مقصد پیش نظر رہنا چاہئے کہ عمل خالص، خدا کی وعید سے پناہ، سچی توبہ، تقویٰ و پرہیزگاری ترک معاصی، غرباء و مساکین، اپاہج و درماندہ، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری و کفالت صراط مستقیم پر چلنے اور رضائے مولا کریم کی توفیق نصیب ہو

آمین یاالٰہ العالمین۔

صدقۂ فطر کا فلسفہ

دنیاوی بادشاہوں کا دستور ہے کہ جب کوئی ان کے دربار میں شرف باریابی حاصل کرنے جاتا ہے تو کچھ تحفہ اور نذرانہ لے جاتا ہے، اسی طرح پورا ماہ روزوں میں گزار کر عید کے دن بارگاہِ خداوندی میں شرف حضوری حاصل کرنے کا صدقۂ فطر گویا نذرانہ ہے، مگر اللہ اللہ! کتنا معمولی کہ ہر شخص بآسانی گزار سکتا ہے؟

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام اپنے تمام افراد میں مساوات قائم کرنا چاہتا ہے، امیروں اور غریبوں کو دوش بدوش کھڑا کرنا چاہتا ہے، ایک کی خوشی سب کی خوشی بنانا چاہتا ہے، اس لئے صدقہ فطر کا حکم دیا تاکہ امراء کی عید کے ساتھ غرباء کی عید بھی ہوجائے۔

پس عید کا حقیقی احترام اور اصلی خوشی اس میں ہے کہ اپنی اور اپنی تمام اولاد کی طرف سے عید کی نماز سے پہلے دو سیر گندم فی کس یا اس کی قیمت غرباء و یتامیٰ میں تقسیم کی جائے۔

عید منانے کا مسنون طریقہ

عید کا چاند دیکھ کر مسلمان خدا کو نہ بھول جائے، نمازوں اور دعاؤں ہی سے غافل نہ ہوجائے، بلکہ عید کی رات کو بھی جاگے اور عبادت کرے اور صبح سویرے ہی اٹھے فجر کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں...... باجماعت ادا کرے، مسواک کرے، غسل کرے، عمدہ اور صاف کپڑے پہنے، خوشبو لگائے اور عیدگاہ کو پیدل جائے اور راستہ میں آہستہ آہستہ تکبیرات پڑھتا رہے، گھر سے جاتے وقت میٹھی چیز کھا کر جائے اور دو رکعت نماز عید الفطر واجب مع کچھ زائد تکبیرات کے امام کے ساتھ پڑھے۔

پہلی رکعت میں سب نمازی تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، ثناء آہستہ آہستہ پڑھیں، پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور ہر تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں تیسری بار اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔

دوسری رکعت میں جب امام قرأت ختم کرے تو پھر تین تکبیریں کہی جائیں، دو تکبیریں کہنے کے بعد ہاتھ چھوڑے رکھیں اور تیسری تکبیر کہنے کے بعد رکوع میں چلے جائیں، عید کا خطبہ سننا بھی لازمی ہے۔

عیدین کی نماز امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے شہر سے باہر ایک راستہ سے جاتے تھے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے تھے، اس لئے کہ تجمعی کا ایک مقصد دوسری متمدن اور طاقتور قوموں پر اپنی شوکت و یگانگت کا اظہار اور جمعیت و ڈسپلن کو قائم رکھنا بھی ہے، نیز اپنی حیثیت عبدیت اور خدا پرستی کا مظاہرہ بھی اور یہ کہ ہماری ہر خوشی اور رنج میں مقصد اطاعت رب ہے۔

عیدین کی نماز سے پہلے گھر میں یا عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور بعد نماز عید، عیدگاہ میں بھی نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور باوجود استطاعت کے پونے دو سیر گندم (احتیاطاً دو سیر) صدقہ میں نہ دیئے تو اس کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان یونہی لٹکتے رہیں گے۔

عیدین میں بچوں کے لئے لہو و لعب گانے بجانے کی چیزیں، مٹی کی مورتیں اور تصویریں خریدنی ممنوع ہیں۔

مقصدِ عید

ان عیدوں کا مقصد یہ ہے کہ ملت میں اجتماعی اتحاد اور عام خوشی کا اظہار ہو، خویش و اقارب اور دوست و احباب باہم مل کر خوش ہوں، ایک دوسرے کی صحبت میں افکار دنیا کو بھول جائیں اور خدا کو یاد

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے، جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی جو کہ تقریباً ۶۱۰٫۹۰۶ گرام بنتی ہے یا اتنے وزن چاندی کے روپے یا زیور یا مال و جائیداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا جو کہ تقریباً ۸۷٫۴۷۲ گرام بنتا ہے یا اتنے وزن کے دینار یا زیور ہو، یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال بھی گزر گیا ہو، جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جس کا اوپر ذکر ہوا ہے تو اس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے، یہ اپنی طرف سے بھی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کرے، نابالغ اولاد اگر مالدار ہے تو انہیں کے مال سے صدقۃ الفطر ادا کیا جائے، باپ پر واجب نہیں، اسی طرح بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر یہ ان کی طرف سے ادا کرے تو یہ درست ہے۔

صدقۃ الفطر کی مقدار یہ ہے کہ ایک آدمی کی طرف سے گندم جو کہ ۱٫۶۲۷ کلو گرام یا ۳٫۲۵۵ کلو گرام جو یا ان کی قیمت دی جائے، یہ وزن پونے دو سیر اور ساڑھے تین سیر کے مساوی ہے، صدقۃ الفطر عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے، جس نے عذر یا غفلت سے روزے نہیں رکھے، اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے، صدقۃ الفطر اپنے نادار عزیز و اقارب کو دینا بھی درست ہے، ایک شخص کو کئی آدمیوں کا صدقہ دے دیا جائے تو بھی درست ہے اور ایک آدمی کو صدقۃ الفطر کئی محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے تو بھی درست ہے، صدقۃ الفطر موذن یا امام وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں اور مسجد کی تعمیر اور اس کے مصارف میں لگانا بھی درست نہیں ہے، کسی دینی ادارے اور مدرسے کے طلبہ کو دے دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

مولانا انصار اللہ قاسمی

فتنۂ قادیانیت

کا سدِ باب اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو کامل و مکمل فرمادیا۔ (المائدہ) تمام انسانوں کی نجات وکامیابی اسی دین اسلام کی اتباع و پیروی میں ہے، اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب سے وابستگی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ (آل عمران) دین اسلام کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ (الحجر)

اسلام کے عقائد ونظریات اور تعلیمات میں بھی ردوبدل اور الٹ پھیر کرنے کی کوششیں و سازشیں کی گئیں، اس کے بعض خاص بنیادی تصورات، توحید، رسالت، ختم نبوت، آخرت، جنت وجہنم، ملائکہ، معجزہ وغیرہ میں مختلف گمراہ تعبیرات و تشریحات کے ذریعہ ان کی حقیقت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور اس کا ذمہ لیا ہے، اور اس کے پیچھے پورا خدائی نظام کارفرما ہے، اس لئے یہ کوششیں اپنے مقصد میں بری طرح ناکام ہوگئیں:

ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

خدائی نظام کے تحت دین حق کی حفاظت کے سلسلہ میں ایک اہم مورچہ اور مضبوط و مستحکم دستہ علماء حق کا گروہ ہے، اختلاف و فرقہ بندی کی شکل میں، خوبصورت و خوشنما تعبیرات وتشریحات کی صورت میں، عقل وفلسفہ کی راہ سے غرض یہ کہ جن جن پہلوؤں سے اسلام کی حقیقت اور حقانیت پر حملہ کرنے اور اس کے حفاظتی نظام کو درہم برہم کرنے کی کوششیں کی گئیں، ان کوششوں کا رخ پھیرنے اور ان کا کایا پلٹنے میں بنیادی اور مرکزی کردار علماء حق کے اسی مورچہ و دستہ

> "قادیانیت کے خلاف اتنا لکھو اور اتنا طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے ردِ قادیانیت کی کتب پائے۔"
> (مولانا محمد علی مونگیریؒ)

نے ادا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین۔" (مشکوٰۃ،۳۶،کتاب العلم)

"عادل اور ثقہ لوگ اس علم کو حاصل کریں گے جو غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرست لوگوں کے غلط استدلال اور جاہلوں کی تاویلات کو اس دینی علم سے دور کریں گے۔"

علماء انبیاء کے وارث اس معنی پر ہیں کہ وہ انبیاء کے مشن و پیغام کے علمبردار ہیں اور ان کے دینی ودعوتی سرمایہ کے نگہبان ونگراں ہیں، علماء کو چراغ اس لئے کہا گیا کہ چراغ کا کام خود جل کر دوسروں کو روشنی پہنچانا ہے، پھر یہ کہ دنیا کا دستور وقانون ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اعلیٰ عہدہ ومنصب کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل نہیں کرتا تو وہ شخص اپنے عہدہ و منصب سے معطل وبرطرف کردیا جاتا ہے۔

اس وقت فتنہ قادیانیت اپنے ناپاک عزائم اور خطرناک منصوبوں کے ساتھ پوری طرح سرگرم ہے، شہری ودیہی علاقوں میں اس فتنہ کے ہم نوا اور ہم خیال اپنی گمراہ وباطل سرگرمیوں...... عوامی اجتماعات، رفاہی خدمات، لٹریچر کی نشرواشاعت وغیرہ...... کے ذریعہ کفر و ارتداد کے سوداگر اور مسلمانوں کے عقیدے وایمان کے غارت گر بنے بیٹھے ہیں۔

قادیانیت دراصل جھوٹی نبوت کا فتنہ ہے، نبوت محمدی کے مدمقابل جھوٹی نبوت کی دعوت اور اس

کا پر چار ایک با غیرت مسلمان کے لئے ہرگز ناقابل برداشت ہے، خود رسول اللہ ﷺ کا مبارک عمل ہمارے سامنے ہے، جس وقت جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے قاصد اس کا خط لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم دونوں اس کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرتے ہو؟ ان قاصدوں نے ''ہاں'' میں جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا قانون نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کروا دیتا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی نبوت و رسالت کے تعلق سے کتنی غیرت وحمیت تھی، اسی لئے مسیلمہ کے خط کے جواب میں آپ ﷺ نے اس کو ''کذاب'' (بہت بڑا جھوٹا) کا سخت ترین جملہ اور لقب لکھا وہ اسی غیرت و حمیت کا اظہار ہے، آپ ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں کبھی اتنا سخت ترین جملہ نہیں فرمایا، جب کوئی بات آپ ﷺ کو ناگوار گزرتی یا ناراضگی کا سبب بنتی تو آپ ﷺ صرف اتنا فرماتے کہ مابال الناس لوگوں کو کیا ہوگیا، یا...... مابال فلان...... فلاں شخص کو کیا ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑی گئی اور مسیلمہ کذاب کا کام تمام کیا گیا، اس جنگ میں ۷۰ حفاظ وقراء، صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے، صحابہ کرام صرف قرآن کریم کے حافظ وقاری ہی نہیں بلکہ عالم بھی ہوا کرتے تھے، اس جنگ میں ایک بڑی تعداد میں علماء صحابہ کرام ؓ کی شہادت گویا بعد کے آنے والے علماء امت کے لئے پیغام تھی کہ جب کبھی اور جہاں کہیں جھوٹی نبوت کا فتنہ پیدا ہوگا، اس کے مقابلہ کے لئے سب سے آگے علماء کو رہنا ہوگا اور انہیں قربانی دینی ہوگی، اس جنگ میں ۱۲ سو صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے۔ مورخین نے عہد نبویؐ کے غزوات میں اور کفار کے مظالم سے شہید صحابہ کرام ؓ کی تعداد کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کل تعداد ۲۵۹ ہے اور صرف مسئلہ ختم نبوت کے لئے بارہ سو صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے، اندازہ لگائیے کہ جھوٹی نبوت کا فتنہ اتنا سنگین اور خطرناک ہے کہ اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے اسلام کو اپنے مایہ ناز سپوتوں اور برگزیدہ ہستیوں کی ایک بڑی تعداد کو قربان کرنا پڑا۔

عہد نبویؐ کے غزوات اور کفار کے مظالم سے شہادت پانے والے صحابہ کرام ؓ کی تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف فیصلہ کن جنگ میں کم وبیش ۱۲۰۰ صحابہ کرام ؓ نے شہادت پائی، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جھوٹے نبی کی سرکوبی کے لئے اسلام کو اپنے مایہ ناز سپوتوں کی ایک بڑی تعداد قربان کرنا پڑی۔

موجودہ دور میں جھوٹی نبوت کے فتنہ کی ایک معروف اور واضح شکل قادیانی فرقہ ہے، ماضی قریب میں ہمارے اکابر اور بزرگ علماء کرام نے جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے ہم خوشہ چیں ہیں، بالواسطہ وبلاواسطہ جن سے تلمذ پر ہمیں فخر ہے، اس فتنہ کے سدباب اور تدارک کے لئے تاریخ ساز خدمات انجام دیں اور اس سلسلہ میں بالواسطہ و بلاواسطہ اپنے شاگردوں و خوشہ چینوں کے لئے نمونہ عمل چھوڑا، محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی آخر زندگی میں اس فتنہ کے خلاف جدوجہد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، قادیانیت کی سرکوبی آپؒ کی زندگی کا مقصد و مشن بن گئی تھی، نہ صرف آپ اس فتنہ کے خاتمہ کے لئے کمربستہ ہوگئے تھے بلکہ اس کے پیچھے اپنے مایہ ناز شاگردوں کی پوری ایک ٹیم لگادی تھی، قادیانیت کے خلاف آپ کا وہ محققانہ اور فاضلانہ معرکۃ الآراء عدالتی بیان جو چار دن تک بہاولپور کی عدالت میں جاری رہا، آج بھی تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے، اس بیان نے ایک انگریز عدالت کے ذریعہ قادیانیت کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر مہر ثبت کردی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے مرض الوفات کے دوران دیوبند کی جامع مسجد میں طلبہ وعلماء کے بھرے مجمع میں کہا:

''میں سمجھتا ہوں کہ میرے مدرسی دور میں کم از کم دو ہزار طلبہ نے مجھ سے حدیث کے چند حروف پڑھے ہیں، ان تلامذہ حدیث سے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ خدا کے واسطے تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی علمی و عملی توانائیاں صرف کردیں، اگر اس محاذ پر انہوں نے کوتاہی کی تو میں حشر کے میدان میں ان کا دامن گیر ہوں گا۔''

(آخری پیغام، ص: ۲۶)

بہاولپور کے مقدمہ کے موقع پر ایک مسجد میں خطاب کے دوران آپؒ نے کہا کہ: ''ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے، اگر ہم ختم نبوت کی حفاظت نہ کرسکیں۔''

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانی حضرت مولانا محمد علی مونگیری، خانقاہ مونگیر بہار کے سجادہ نشین گزرے ہیں، ریاست بہار میں قادیانیت کی بڑھتی ہوئی یورش

اور یلغار نے انہیں بے چین و بے قرار کردیا، اس کے سدباب اور خاتمہ کے لئے آپ ہمہ تن مشغول ہوگئے، حتیٰ کہ تہجد جیسے خاص عبادت کے موقع پر بھی آپ کا وقت قادیانیت کی تردید میں کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف میں گزرتا تھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

’’قادیانیت کے خلاف اتنا لکھو اور اتنا طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے ردقادیانیت کی کتب پائے۔‘‘

آپؒ کے یہاں مولوی نظیر احسن بہاری مسودات کی تبییض پر مامور تھے، دونوں پیر مفلوج تھے، جب کبھی ان سے کام میں تاخیر ہوتی تو فرماتے کہ مولوی صاحب محنت سے کام کرو، تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا، ایک مرتبہ انہوں نے پوچھ لیا کہ کیا مجھ کو جہاد بالسیف کا ثواب ملے گا؟ مولانا مونگیریؒ نے برجستہ جواب دیا کہ: ’’بے شک اس فتنہ قادیانیت کا استیصال جہاد بالسیف سے کم نہیں۔‘‘

دیہی علاقوں میں محرم کے موقع سے علموں کی رسم اور ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے مولود شریف کے جلسے اور دیگر رسوم و روایات مسلمانوں کی ملی شناخت اور مذہبی تشخص کا ذریعہ ہیں، اس سلسلہ میں اکابر علماء کرام کا مزاج یہ تھا کہ ان رسوم و روایات کو صحیح رخ دے کر ان مواقع کو مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جائے اور کم از کم ان رسوم و روایات کے حوالہ سے مسلمانوں کے اندر اپنی مذہبی شناخت و پہچان کا جو احساس ہے، اس کو مضبوط کیا جائے اور اس کی حفاظت کا شعور ان کے اندر پیدا کیا جائے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اپنے ایک مسترشد اور مجاز بیعت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کو قادیانیت کے سدباب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں:

’’مولود شریف کے جلسے کراؤ اور ان کے (مرزا صاحب اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو، جس مقام کے لوگ غریب ہیں، ان سے کہو کہ تم (صرف) سنو، شیرنی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔‘‘

غرض یہ کہ حضرت مولانا مونگیریؒ چین کی نیند نہیں سوئے اور سکون و اطمینان کا سانس نہیں لیا تا آنکہ پوری ریاست بہار سے قادیانیت کا صفایا نہ فرمادیا، صرف بہار ہی میں نہیں، بلکہ حیدرآباد دکن بھی حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی صاحبؒ (بانی جامعہ نظامیہ) کو باضابطہ خطوط لکھ کر قادیانیت کی سرکوبی کی طرف توجہ دلائی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے شیخ حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ سے ایک مرتبہ لال حسین اخترؒ (سابق قادیانی) نے پوچھا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتادیجئے؟ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: ’’ختم نبوت کا کام کرتے رہو تمہارے لئے یہی وظیفہ ہے۔‘‘

فتنہ قادیانیت کے سدباب کے سلسلہ میں حسب ذیل تدابیر اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

جو علماء و مدارس کے ذمہ دار اور نظماء ہیں:

۱:...... مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ختم نبوت کے موضوع پر خصوصی خطاب رکھا جائے۔

۲:...... اپنے ادارہ/مدرسہ کی حیثیت و گنجائش کے لحاظ سے مدرسہ کے اطراف دیہاتوں میں مکاتب کے قیام کی ذمہ داری لیں۔

۳:...... چہارم عربی کے بعد عالمیت کے نصاب میں ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کو مستقل مضمون کی حیثیت سے شامل کریں۔

۴:...... مدرسہ میں طلبہ کی انجمنوں کے تحت ختم نبوت، ردقادیانیت کے موضوع پر تحریری و تقریری مسابقے منعقد کئے جائیں اور ان میں شرکاء کی ہمت و حوصلہ افزائی کے لئے پرکشش انعامات رکھے جائیں۔

۵:...... مدرسہ میں نئے فارغین اور فضلاء کو ’’سند فضیلت‘‘ کے حصول کے سلسلہ میں ارتداد سے متاثرہ علاقوں میں ایک سال تک دینی خدمات کی انجام دہی کو لازم اور ضروری قرار دیا جائے۔

۶:...... موقع بہ موقع اپنے ادارہ/مدرسہ میں ختم نبوت کے موضوع پر بیانات رکھے جائیں اور بڑی جماعتوں کے طلبہ کے لئے سال میں تین تربیتی کیمپ رکھے جائیں۔

۷:...... مدرسہ کے بڑے طلبہ یا دارالاقامہ میں مقیم اساتذہ کو جمعہ کے خطبہ کے لئے مدرسہ کے اطراف دیہاتوں میں روانہ کیا جائے، یہ گاؤں دیہات کے لوگوں سے رابطہ کا انقلابی قدم ہوگا اور فتنوں کے سدباب کے لئے دفاع کے بجائے اقدامی عمل ہوگا۔

۸:...... مدرسہ کی جانب سے شائع ہونے والے ماہنامہ میں چند صفحات ختم نبوت اور ردقادیانیت سے متعلق مضامین کے لئے مختص کئے جائیں، اس کے علاوہ طلبہ کی جانب سے نکالے جانے والے ’’پوسٹرز‘‘ میں بھی اس کو خاص اہمیت دی جائے۔

۹:...... اپنے مدرسہ/ادارہ کے اطراف علاقوں سے متعلق ضروری اور اہم بنیادی معلومات کا سروے ریکارڈ اپنے یہاں رکھے کہ اس کی روشنی میں قادیانیت اور دیگر باطل و گمراہ فتنوں کی دراندازی کا باآسانی علم ہوسکے اور وہ سہولت و منصوبہ بندی کے ساتھ ان کا سدباب کرسکیں۔

جو علماء درس و تدریس سے وابستہ ہیں:

۱:...... تدریس کے دوران ختم نبوت کے موضوع پر طلبہ کی خصوصی ذہن سازی کی جائے۔

۲:...... جو طلبہ مضمون نگاری کا ذوق رکھتے ہیں، ان سے ختم نبوت کے موضوع پر مضامین لکھوائیں۔

۳:...... ہفتہ میں کسی ایک دن اس موضوع پر طلبہ کے درمیان سوال و جواب کا سیشن رکھا جائے۔

جو علماء امامت وخطابت سے وابستہ ہیں:

۱:...... جمعہ کے خطاب میں موقع بہ موقع اس موضوع پر روشنی ڈالیں۔

۲:...... اپنی مسجد میں ختم نبوت کے موضوع پر مہینہ دو مہینہ میں ایک مرتبہ عوامی اجتماع رکھیں۔

۳:...... ماہ ربیع الاول میں اس موضوع پر سلسلہ وار خطاب کریں۔

۴:...... عوامی درس قرآن، درسِ حدیث میں اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔

۵:...... کسی کسی موقع سے اس موضوع پر عام فہم انداز اور آسان زبان میں لکھی گئی کتابیں بھی اجتماعی طور پر سنائی جاسکتی ہیں۔

جو علماء مضمون نگاری اور افتاء کی ذمہ داری سے وابستہ ہیں:

۱:...... موقع بہ موقع اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔

۲:...... قادیانیت سے متعلق فرضی سوالات قائم کئے جائیں اور ان کے جوابات لکھے جائیں۔

۳:...... آسان زبان اور عام فہم انداز میں دعوتی نقطۂ نظر سے اس موضوع پر ''مختصر مفید'' رسائل تیار کئے جائیں۔

قادیانیت کی بڑھتی ہوئی ناپاک سرگرمیاں، اس کی ریشہ دوانیاں اس میدان میں اسلاف کی قربانیاں اور اس کے متعلق علماء امت کی ذمہ داریاں سب مل کر ہم سے سرگوشی کر رہے ہیں کہ ہے کوئی جو اپنے دل میں سوز صدیقؓ لے کر ''اینقص الدین وانا حی''...... دین میں کمی ہو جائے اور میں زندہ رہوں...... کا نعرۂ مستانہ لگا کر جھوٹی نبوت کے خاتمہ کے لئے میدانِ عمل میں بلاخوف وخطر کود پڑے۔

☆☆......☆☆

مدعی نبوت کی صداقت کا معیار!

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

کسی شخص کو رسول برحق ماننا کن شرائط پر موقوف ہے آیا جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ زبان سے کرنے لگے یا جو کوئی بھی دنیا کو چند عجیب وغریب تماشے دکھلاوے یا جو کوئی بھی دو چار ہزار مرید جمع کرلے اسی کو ہم نبی اور پیغمبر مان لیں یا نبوت کے واسطے کوئی خاص معیار ایسا تجویز کیا گیا ہے، جس کے ذریعہ سے ماہر طبیبوں کو اشتہاری حکیموں سے جدا کیا جاسکے، رہبر اور رہزن کے پہچاننے میں دھوکا نہ لگے اور محافظوں کی جماعت پر لٹیروں کا اشتباہ نہ ہو۔

بلاشبہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ انبیاء علیہم الاسلام خدا کے معتمد اور وکیل اور اس کے رازدار اور اس کے نائب ہیں تو ان کی ذات میں ایسے پاکیزہ اوصاف اور حقیقی خوبیاں مجتمع ہونی چاہئیں جو ایک ایسے بڑے باخبر شہنشاہ اعظم کی قربت حاصل کرنے کے لئے درکار ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سلاطین دنیا بھی جن کو کچھ عقل ہو باوجود اس مجازی حکومت کے اپنی مسند قرب پر ان لوگوں کو نہیں بٹھلاتے جو بے عقل کج خلق پست حوصلہ یا حکومت کے دشمن ہوں چہ جائیکہ خدائے برتر اپنے منصب وزارت کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جن کی اخلاقی حالت نہایت پست، عملی حیثیت نہایت ذلیل اور عقلی قوتیں نہایت کمزور ہوں، وہ بجائے ہدایت پھیلانے کے گمراہ کرنے میں زیادہ ماہر ہوں اور لوگوں سے بمقابلہ خدا کی عبادت کرانے کے، اپنی پرستش کے زیادہ متمنی ہوں، اگر نعوذباللہ! خدائے عزوجل ایسا کرے تو یوں کہو کہ وہ خدا بالکل بے وقوف اور جاہل بندوں سے عداوت رکھنے والا ہے جس کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ میں جس شخص سے جو کام لینا چاہتا ہوں وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔

تو اس صورت میں یہ واجب ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں اولاً تو خدا کی محبت اور اخلاص اس درجہ ہو کہ ارادہ معصیت کی گنجائش نہ نکلے، دوسرے یہ کہ اخلاق پسندیدہ جو اعمال حسنہ کی جڑ ہیں، ان کے اندر فطرتی طور پر راسخ اور مضبوط ہوں تاکہ جو کام بھی وہ کریں، قابل اقتداء اور جو فعل بھی ان سے سرزد ہو، باعث ہدایت سمجھا جائے، تیسرے یہ کہ فہم و فراست ان کی تمام نبیوں کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہو کیونکہ کم فہمی فی نفسہٖ عیب ہونے کے علاوہ اس وجہ سے بھی ان کے حق میں مضر ہے کہ کلام خداوندی کے عمیق اور گہرے اسرار ورموز کا سمجھنا اور دقیق علل پر مطلع ہونا اور ہر ایک ذکی وغبی کو احکام الٰہی دلنشین طریقے سے سمجھا دینا بغیر عقل صحیح اور فہم کامل کے ہرگز متصور نہیں۔

یہ ہی تین اصول ہیں، جو ایک مدعی نبوت کی صداقت کا ہم کو ایک ایسے زمانہ میں پتا دے سکتے ہیں جس میں کسی نبی کی بعثت کا احتمال ہو...... ہو [illegible]

معجزات وہ اگر چہ اصل نبوت کے اعتبار سے ضروری نہیں، لیکن مدعی نبوت سے ان کا صادر ہونا بے شک اس کی راست بازی کی دلیل ہے، کیونکہ اگر ایک شخص مثلاً سلطان روم کے روبرو لوگوں سے یہ کہے کہ میں سلطان کا معتمد اور محبوب ہوں اور اس کی دلیل یہ بیان کرے کہ دیکھو جس طرح میں کہوں گا برابر وہ اسی کے موافق کریں گے اور جو فرمائش کروں گا، اس کو پورا کر کے دکھلائیں گے، یہ کہہ کر سلطان کو کھڑا ہونے کی طرف اشارہ کرے اور وہ کھڑے ہو جائیں، پھر ان سے بیٹھنے کو کہے اور وہ فوراً بیٹھ جائیں، پھر اسی طرح لگاتار بہت سے کاموں کی خواہش ظاہر کرتا رہے اور وہ بھی ایک ذرہ اس کا خلاف نہ کریں اور فرض کرو کہ وہ سب کام سلطان کی عادت مستمرہ اور مزاج کے خلاف بھی ہوں تو کیا کسی جاہل اور معاند کو بھی ایسی حالت میں اس شخص کے دعوے کی تصدیق میں کچھ تردد ہوگا اور کیا کوئی بے وقوف بھی یہ حجت کرے گا کہ دعویٰ تو اس کا محبوب اور معتمد ہونے کا تھا اور اس کے معتمد ہونے اور سلطان کے کھڑے ہونے میں کوئی مناسبت نہیں؟ اس لئے اس پر کوئی استدلال نہیں ہو سکتا، تاوقتیکہ سلطان اپنی زبان سے اس کے معتمد ہونے کا اقرار نہ کرلے، ایسے مہمل سے کہنا چاہئے کہ تصدیق دعوے کی دو طرح پر ہوتی ہے، ایک حالی اور ایک مقالی تو گو اس جگہ زبانی اور قولی تصدیق سلطان کی جانب سے نہیں پائی گئی، مگر حال تصدیق جو اس سے بھی بڑھ کر ہے حاصل ہو گئی۔

یہی حال بعینہٖ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نسبت خدا کا وزیر اور معتمد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور خدا ہر وقت اور ہر جگہ ان کے دعوے کو سنتا ہے، پھر وہ عادت اللہ کے خلاف بہت سے کاموں کی فرمائش کرتے ہیں تا کہ ان کے دعوے کی سچائی دنیا پر ظاہر ہو جائے اور خدائے تعالیٰ برابر ان کے حسب مدعا فرمائشوں کو پورا فرماتا رہتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ان کے دعوے کی حالی تصدیق نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ جھوٹے آدمی کی تصدیق کرنا خود جھوٹ کی ایک قسم ہے تو اس سے (اس مدعی کے کاذب ہونے کی صورت میں) خدائے برتر کا کذب ثابت ہوا (نعوذ باللہ!) حالانکہ خدا تعالیٰ کا خالق کذب ہونا تو ضروری لیکن قولاً وعملاً کاذب ہونا محال ہے۔

اب اگر کسی کو یہ وہم گزرے کہ یہ سب تقریر و بیان اس وقت قابل تسلیم ہے جبکہ معجزہ یا خوارق عادات کا وجود ممکن ہو حالانکہ اس کا امکان ابھی تک محل تردد میں ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہم معجزہ اسی کو کہتے ہیں جو عقلاً محال نہ ہو، لیکن خلاف عادت ہو اور خلاف عادت کے بھی یہ معنی ہیں کہ عام عادت کے خلاف ہو کیونکہ معجزہ بھی ہمارے نزدیک خدا کی خالص عادت ہے جو خاص خاص اوقات میں خاص خاص مصلحتوں سے ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ زید مثلاً ہمیشہ سے قمیص پہننے کا عادی ہو مگر عید کے روز ہمیشہ اچکن پہنا کرے تو گو اچکن پہننے کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ زید کی عام عادت کے خلاف ہے مگر ایک حیثیت سے یہ بھی اس کی عادت میں داخل ہے، اسی طرح اگر آگ سے کسی چیز کو جلا دینا اگرچہ خدائے تعالیٰ کی عام عادت ہے لیکن بعض مواقع میں جبکہ کسی نبی کی تصدیق یا اور کوئی مصلحت ملحوظ ہو تو آگ سے وصف احراق کا سلب کر لینا بھی اس کی عادت ہے، کیونکہ یہ ثابت ہو چکا کہ تمام اسباب و مسببات میں جو کچھ تاثیر ہے وہ خدا کے ارادہ سے ہے، وہ جب چاہے سبب کے وجود کو مسبب سے اور مسبب کے وجود کو سبب سے علیحدہ کر سکتا ہے تو جب مشاہدہ سے یا نہایت ثقہ راویوں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ ایک شخص نے دعویٰ نبوت کا کیا اور بہت سے معجزات دکھلائے اور تمام عمر میں کسی ایک بات میں بھی اس کو کہنے کے خلاف نہ ہوا تو بے شک و شبہ ایسے شخص کو نبی سمجھنا چاہئے، کیونکہ نبی کاذب کی تصدیق خدائے تعالیٰ قولاً یا عملاً ہرگز نہیں

مرزا قادیانی کی روزے

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا قادیانی) کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا، دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کیے، مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا، اس لئے باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا، اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا، اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے، اور فدیہ ادا کر دیا اس کے بعد جتنے رمضان آئے، آپ نے سب روزے رکھے، مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل نہیں رکھ سکے، اور فدیہ ادا فرماتے رہے، خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتداً دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا، خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعود کو دوران سر اور برد اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اور صحت خراب رہتی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص:۵۱، مولفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

کرسکتا اور وہ اژدہا [illegible] سے تو دین منجملہ رحمت نہ ہوگا، مجھ کو افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض عقلاء کو معجزات کے ممکن الوقوع ہونے سے انکار ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ وقوع کی صورت میں وہ ان کے نزدیک دلیل نبوت بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ موسیٰ کے نبی ہونے اور لاٹھی کے سانپ بن جانے میں کیا تعلق پایا جاتا ہے، جو ایک سے دوسرے پر استدلال ہوسکے؟

میرا مقصد تھا کہ اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھتا اور ان عقلاء کے خیالات کی پوری جانچ کرتا، مگر تنگی وقت سے مجبور ہوکر اس پر اکتفا کرتے ہوئے خاص سرور کائنات آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم رسالت کے متعلق کچھ تھوڑا سا لکھنا چاہتا ہوں۔

اس بدیہی معیار رسالت کے مان لینے کے بعد جو میں ابھی عرض کرچکا ہوں، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت بالکل آسان ہوجاتا ہے، کیونکہ آپ کے بے شمار علمی وعملی کارنامے اس وقت بھی دنیا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہیں، اور تمام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے معجزات مل کر آپ کے معجزات کی ہمسری کرسکتے ہیں، آپ کے فہم واخلاق کا موافق ومخالف کو اعتراف کرنا پڑا ہے اور چار دانگ میں آپ کی صداقت کا سکہ بیٹھ گیا ہے اور دنیا کے ہر خطہ میں آپ کا آفتاب فیض پھیلا رہا ہے۔

جب ایک غیر متعصب اور عقلمند آدمی آپ کے اصول کا انبیاء سابقین کے احوال سے اور آپ کی تعلیم کا ان کی تعلیم سے اور آپ کی قوت وہمت کا ان کی قوت وہمت سے مقابلہ کرے گا تو یہی اس کے لئے ضروری ہوگا کہ آپ کی صداقت کا نہیں بلکہ رسالت کا اور رسالت کا نہیں بلکہ ختم رسالت کا زبان دل سے اقرار کرے۔

عرب کی جہالت، درشت مزاجی، گردن کشی کو کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب ان کے پاس آسمانی ہو نہ زمینی اور ان کے اخلاق کا یہ حال کہ قتل و غارت وغیرہ ایک معمولی حرکت ہو عقل وفہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھالائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کریں، جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے ملک میں شاد وخرم عمر گزار دیں ایسے جاہلوں اور خود سروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا، چہ جائیکہ علم الٰہیات، علم معاملات، علم عبادت، علم اخلاق اور علم سیاست مدن میں رشک حکماء نامدار بنادیا، یہاں تک کہ دنیا نے ان کی اور ان کے شاگردوں کی شاگردی کی۔ ڈاکٹر لیبان کہتا ہے:

''اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہیں آئی تھی، رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے علم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیروزبر کردیا اور اس وقت بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمۂ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔''

اگر انصاف کرو تو آپ کے حسن اخلاق کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نہ کہیں کے بادشاہ تھے، نہ بادشاہ کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، نہ کچھ زیادہ مال ودولت آپ نے جمع کر رکھا تھا، نہ باپ دادا نے کوئی اندوختہ میراث میں چھوڑا تھا، نہ آپ کے پاس تنخواہ دار فوج تھی، نہ اہل وطن آپ کے ہمراہ تھے، نہ قبیلہ والوں کو آپ کے مذہب سے ہمدردی تھی، ایسی بے کسی اور بے بسی کی حالت میں آپ نے ان تندخو گنواروں کو ایک ایسی صدائے نامانوس سے مخاطب کیا کہ جس سے بڑھ کر اس وقت ساری دنیا میں کوئی مکروہ آواز نہ تھی اور نہ ایسی صدا دینے والے سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی شخص ان کا دشمن اور بدخواہ سمجھا جاسکتا تھا۔

یہ وہی لا الٰہ الا اللہ کی آواز تھی کہ جس نے دفعتاً تمام عرب میں تہلکہ ڈال دیا، جس سے باطل معبودوں کی حکومت میں بھونچال آنا شروع ہوگیا، اور جس کی چمک سے اس کفر وجہالت کی تاریکیوں میں بجلی سی کوند گئی گویا وہ ایک زور شور کی ہوا تھی، جس کے چلتے ہی شرک و بت پرستی کے بادل چھٹ گئے اور آفتاب توحید ابر کے پردہ سے باہر نکل آیا، یا ابابیل رحمت تھی جس کی بوچھاڑ نے مخلوق پرستی کے سیاہ ہاتھیوں کے پرخچے اڑادیئے اور خدا کے گھر کو ان کی زد سے بچالیا۔ غرضیکہ ایسے ایسے بے یار ومددگار نے ایسی سخت قوم کو ایسے ظلمت کے زمانہ میں ایسے اجنبی مضمون کی طرف ابھارا اور چند عرصہ میں ان سب کو ایسا مسخر اور گرویدہ بنالیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے، وہاں خون گرانے کے لئے تیار ہوگئے، گھربار کو ترک کردیا زن وفرزند سے بگاڑلی، مال ودولت کو سنگریزوں سے زیادہ حقیر سمجھا، اپنے بیگانوں سے آمادہ جنگ وپیکار ہوگئے، کسی کو آپ نے مارا کسی کے ہاتھ سے مارے گئے، پھر دو چار روز کا ولولہ نہ تھا، بلکہ آپ کے بعد بھی اسی حالت پر استقلال کے ساتھ جمے رہے، یہاں تک کہ قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے، فارس وروم کو تہ وبالا کردیا، اور اس پر معاملات میں وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے سوائے مقابلہ جہاد کسی کی ایذا رسانی یا ہتک عزت کو گوارا نہ کیا، یہ تسخیر اخلاق بتلایئے اس سے پہلے زمانہ میں بھی کسی سے ظاہر ہوئی؟ اس پر بھی اگر کوئی یہی کہے کہ نہیں، اسلام بزور شمشیر ہی پھیلا ہے تو فی الواقع اس سے زیادہ کور چشم اور تنگ دل متعصب کوئی نہیں ہوسکتا۔

کاش کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے اور وہ اپنے اسلام کا واقعہ ان کے سامنے بیان فرماتے یا سلمان فارسیؓ سے جاکر ان کی داستان سنتے یا عبداللہ بن سلام کی خدمت میں اپنا اعتراض پیش کرتے اور وہ ان کو اس کا جواب سمجھاتے۔

مگر یہ تو آپ کے اخلاق کی حالت تھی باقی آپ کے علم وفہم کا نشان سب سے بڑا یہی ہے کہ آپ بذات خود امی محض جس ملک میں پیدا ہوئے، جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزاری، علوم سے یکلخت خالی وہاں علوم دینی کا پتا نہ علوم دنیاوی کا نشان، پھر اس پر ایسا دین ایسا آئین ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایات بینات لائے کہ آج تک بڑے بڑے حکماء اس کا جواب نہیں لا سکے، بلکہ بڑے بڑے دایانِ عقل وتہذیب نے اس کی داد دی، قرآن کریم جیسا زندہ اور علمی معجزہ کس پیغمبر کو دیا گیا، جس کا مقابلہ کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم ومضامین کے اور کیا باعتبار تحریف وتبدیل سے محفوظ رہنے کے دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی اور نہ انشاء اللہ کر سکے گی۔ قرآن کریم کے حق میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں جو خود قرآن کریم تیرہ سو برس سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے یعنی یہ کہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے، مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ اس میں ایک چھوٹی سی سورۃ کی بھی نظیر پیش کر سکے۔

اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی عادات واخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے، ایسے ہی علوم کے بھی سارے مراتب آپ پر تمام کردیئے گئے تھے، کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا اعجاز علمی کسی کو دیا گیا اور نہ ان کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے جو اہل اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ صفت علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مربی عالم ہیں تو جس کا اعجاز علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی کا خاتمہ کردیا جائے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک ''خاتم الانبیاء'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا، اور چونکہ اس کا دین قیامت تک رہے گا، اس لئے اس کی کتاب کا بھی تاقیامت باقی رہنا ضروری ٹھہرے گا۔

☆☆......☆☆

تیری رحمت کے سہارے

پروفیسر اقبال عظیم

نام بھی تیرا عقیدت سے لئے جاتا ہوں
ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کئے جاتا ہوں
کوئی دنیا میں مرا مونس وغم خوار نہیں
تیری رحمت کے سہارے پہ جئے جاتا ہوں
تیرے اوصاف میں اک وصف خطاپوشی ہے
اس بھروسے پہ خطائیں بھی کئے جاتا ہوں
آزمائش کا محل ہوکہ مسرت کا مقام
سجدۂ شکر بہر حال کئے جاتا ہوں
زندگی نام ہے اللہ پہ مرمٹنے کا
یہ سبق سارے زمانے کو دیئے جاتا ہوں
صبر کرنا ہے، تری شان کریمی کو عزیز
میں یہی سوچ کے آنسو بھی پیے جاتا ہوں
ہر گھڑی اس کی رضا پیش نظر ہے اقبال
شکر ہے، ایک سلیقے سے جئے جاتا ہوں

۹۔ اکتوبر کی خونی شام

مولانا عبدالعزیز لاشاری تونسہ شریف

۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ کو مغرب کی نماز پڑھ کر جوں ہی گھر میں داخل ہوا، فون کی گھنٹی بجی، ریسیور اٹھایا، کراچی سے فون تھا کہ مفتی جمیل خان شہید ہوگئے اور مولانا نذیر احمد تونسوی شدید زخمی ہیں۔ مولانا تونسوی کے گھر اطلاع کرو اور آپ فوراً کراچی آجاؤ، پس یہ سنتے ہی پاؤں سے زمین نکل گئی، فون کا ریسیور واپس رکھنا ہی بھول گیا، میری اس حالت کو دیکھتے ہی اہل خانہ اکٹھے ہوگئے، پوچھنے لگے خیریت ہے؟ خیر تو ہے؟ چیخ نکل گئی کہ ہماری دنیا اندھیری ہوگئی، اپنے بیٹے عمر فاروق کو مولانا تونسوی کے گھر روانہ کیا، میرے گھر سے مولانا تونسوی کا گھر چار کلومیٹر دور ہے، ابھی چند قدم وہ چلا ہی تھا کہ ایک فون پر اور تیر آیا کہ مولانا تونسوی بھی شہید ہوگئے۔

دراصل مولانا تونسوی، مفتی جمیل خان سے پہلے ہی شہید ہوچکے تھے۔ اطلاع دینے والے ساتھی کو خود خبر نہ تھی کسی کو کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا ہے، بیٹے عمر فاروق کو واپس بلوا کر دوبارہ سمجھایا کہ مولانا تونسوی بھی شہید ہوگئے ہیں، مگر ان کے گاؤں جاکر گھر پر اتنا کہنا کہ کوئی ساتھی ابھی چلے ابو بلارہے ہیں، کوئی ضروری مشورہ کرنا ہے تاکہ حضرت تونسوی کے چھوٹے چھوٹے بچے یکدم پریشان نہ ہوجائیں، ابھی عمر فاروق پہنچا ہی تھا اور پیغام دے ہی رہا تھا، شام ڈھل چکی تھی، اندھیرا چھارہا تھا، اسی دوران ریڈیو، ٹی وی پر خبر آگئی کہ کراچی میں دہشت گردوں نے مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی کو گولیاں مار کر شہید کردیا، اسی گاؤں کے کسی دیہاتی نے ریڈیو پر جونہی خبر سنی وہ ان کے گھر جادھمکا اور خبر سنادی، یہ خبر پھر جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقہ میں پھیل گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے گھروں سے نکل آئے کہ ہمارا محسن، غریبوں کا سہارا، مولانا نذیر احمد تونسوی شہید ہوگیا۔ ان کے گھر پر لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا، ادھر میرے ہاں لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔

کراچی میں حضرت مفتی سعید احمد جلال پوری صاحب سے واقعہ کی تفصیلات فون پر پوچھنا چاہی، مگر مولانا خود غم سے نڈھال تھے، ہر فرد بے آب مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا، رات کو ہی تونسوی شہید کے دونوں بھائی میرے ہاں آگئے، تمام حالات معلوم کرنے کے لئے میرا فون ہی ذریعہ تھا، ساری رات آنکھوں میں گزاری، رات بارہ بجے فون آیا کہ صبح دس بجے ملتان ایئرپورٹ پر مولانا تونسوی کی میت آرہی ہے، اسی اثنا میں ان دو یاروں کی حسین یادیں، ان کے کارنامے ان کی ہر ہر ادا دل و دماغ کے پردے پر چل رہی تھی، کیسے کیسے مہربان، قوم کا یہ عظیم سرمایہ، ظالم دشمن نے گولیاں مار کر شہید کردیا، یہ دو یار تو اپنی دوستی نبھا گئے، ان کو شہادت کا تاج مل گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے محلات میں چلے گئے۔

آج تین سال گزر چکے ہیں، مگر مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ کی یاد ابھی تک ہمارے دلوں میں گھوم رہی ہے، ایسے محسن، پورے عالم کے لئے دین کی فکر رکھنے والے کبھی نہیں بھولا کرتے، آج تک رات کو اس وقت تک نہیں سوتے جب تک ان کا تذکرہ نہ کر پائیں، ملک بھر میں ان حضرات کا کوئی ساتھی ملتا ہے تو پھر ہاتھ پکڑ کر بیٹھ ہی جاتا ہے، کئی کئی گھنٹوں ان کا تذکرہ کرکے ہی اپنا غم کم کرلیتا ہے، رمضان المبارک سے پہلے کراچی جانا ہوا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں جناب ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی جاکر زیارت کی، ڈاکٹر صاحب مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: بھائی! مفتی جمیل خان عظیم انسان تھے، کسی کے جانے کے بعد ہی پتا چلتا ہے کہ کون کتنا قیمتی ہے، ہمیں معلوم نہیں ہوتا دشمن کو معلوم ہوتا ہے، یہ کتنا قیمتی انسان ہے، اسی طرح کئی بزرگ حضرت مفتی جمیل خان شہید کو یاد کررہے ہیں، مگر ۹/اکتوبر ۲۰۰۴ء کی خونی شام نے مفتی محمد جمیل خان جیسے عظیم انسان کو اپنے گھر کے دروازہ پر ہی لوٹ لیا، یااللہ! وہ کیا بُرا منظر ہوگا جب سر عام دشمن ہمارے ان دوستوں پر گولیاں برسارہا ہوگا، گاڑی کو یکدم بریک لگی، اتنی سخت بریک کہ پوری گاڑی میں دھواں ہی دھواں بھر گیا، تڑ تڑ کی آواز سن کر مفتی جمیل خان کا معصوم بچہ ریان دروازہ پر آیا فوراً جلدی جلدی گھر جاکر کہتا ہے دیکھو! وہ دیکھو! کوئی ابو کو گولیاں مار کر جارہا ہے۔

مفتی جمیل خان کی ہمت، جرأت دیکھ کہ سینہ پر ہاتھ رکھے، مولانا نذیر احمد شہید کو بچانے کی کوشش کررہے ہیں، شہید وفا کی وفا کو دیکھ! وہ مفتی جمیل خان کو بچانے کی کوشش رہا ہے، مولانا تونسوی تیرے حسب وعدہ قول پر قربان، مفتی جمیل خان سے پہلے ہی اپنی جان قربان کردی، میں نے مفتی جمیل خان کے حالات پر مشتمل ماہنامہ بینات کے خصوصی نمبر میں محمد آصف خان کا مضمون ''آخری لمحات'' پڑھا، جس میں لکھا ہے کہ: ''مفتی صاحب میرا ہاتھ زور زور سے پکڑ رہے تھے اور کوئی بات بتانا چاہتے تھے یا پوچھنا چاہتے تھے، اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ مفتی جمیل شہید دراصل پوچھنا چاہتے تھے کہ میرے دوسرے دوست مولانا نذیر احمد تونسوی کا کیا حال ہے؟ مگر زندگی نے وفا نہ کی۔''

جب بھی ۹/اکتوبر کی رات آتی ہے، ہمیں وہ قیامت خیز گھڑیاں یاد آجاتی ہیں۔

''آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے''

بقیہ: عقیدۂ ختم نبوت...... تاریخی دلائل

بحالی کا ذمہ دار سمجھے، عدل کے معیاروں کو برقرار رکھنے معروف کا حکم دینے اور منکر سے روکنے اور دین خالص کی دعوت دینے کو بڑا دخل ہے، امت اس کام کے لئے کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے اور آسمان سے براہ راست رابطہ رکھنے والی کسی غیبی قوت کی نہ کبھی منتظر رہی اور نہ اس سلسلے میں اس نے کسی پراسرار شخصیت کے ظہور یا خلاف عقل وقیاس واقعہ کے انتظار میں سعی وعمل کو ترک کیا۔

لیکن جن اسلامی اور غیر اسلامی قوموں اور جماعتوں کا عقیدہ دوسرا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو باطل اور شرکی طاقتوں سے لڑنے حق وانصاف کو قائم کرنے کا ذمہ دار اور مکلف ہی نہیں سمجھا اور وہ تصدیق تک خواب وخیال اور آرزؤں اور تمناؤں کی دنیا میں پڑی رہیں بدترین حالات سے سمجھوتہ کرتی رہیں اور کاہلی وبے فکری کی زندگی گزارتی رہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی تاریخ میں جدید اصلاح کی تحریک بہت کمزور پڑ گئی اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی آوازیں بہت پست ہوگئیں، ان اقوام کی تاریخ کا جاننے والا، اس خلاء کے راز کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے جو محض کوئی اتفاقی واقعہ نہیں، لیکن اس کی وجہ اس طبقہ کے کسی پراسرار اور مقدس شخصیت پر اس حد سے بڑھے ہوئے اعتماد میں مضمر ہے جو ان کے خیال میں، علم اسرار ورموز، کسی پوشیدہ امانت کی حامل اور خالق کائنات وجناب رسالت مآبؐ سے وہ ربط نہیں رکھتی ہے، جو کوئی دوسرا نہیں رکھتا، وہ شخصیت ایک مناسب وقت پر اور ہنگامی حالات میں دنیا کے سامنے آجائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک نئے نبی یا متعدد جدید انبیاء کا تصفیہ، بقائے نبوت، نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی ومخاطب کے باقی رہنے کا عقیدہ جس پر بعض مدعیان نبوت نے اپنی نبوت کی بنیاد رکھی اور اپنے دعوی کی صداقت کے سلسلہ میں انہوں نے جس سے استدلال کیا، بڑی باریکیوں اور نزاکتوں کا حامل ہے، اس کا عقل ودماغ پر گہرا اثر پڑنا قدرتی ہے، یہ عقیدہ دین وشریعت کی دائمی صلاحیت وطاقت اور محنت وجانفشانی سے کام لینے کے جذبہ کو کمزور کردیتا ہے، اس کے ماسوا اس عقیدہ سے یہ عظیم فتنہ پیدا ہوتا ہے کہ امت دجالوں، جعلسازوں اور شعبدہ بازوں کا تختہ مشق اور...... ان کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتی ہے۔

"ختم نبوت" ملت اسلامیہ کے لئے اللہ کی رحمت اور احسان وعنایت ہے

اس امت پر اللہ کا ایک عظیم احسان وانعام اور اس کی خصوصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام ہوگیا اور دین اور خدا کی نعمت عظیم کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا گیا، اب نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے گا اور ملت اسلامیہ کے بعد کوئی ملت ہوگی، یہ وہ نعمت تھی جس پر یہود کے علماء وعقلاء کو رشک ہوا تھا، جو یہودیوں میں مدعیان نبوت کی لائی ہوئی مصیبت فکری، انتشار، عقائد کے اختلاف، مذہبی کشمکش اور جماعتی افتراق کی تاریخ سے بخوبی واقف تھے، چنانچہ حدیث صحیح ہے:

ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ لوگ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں جو اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن سے ایک مستقل تہوار اور جشن کا دن بنا لیتے۔" حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا: "**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: "مجھے وہ دن بھی خوب معلوم ہے اور وہ گھڑی بھی اچھی طرح یاد ہے جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، وہ جمعہ کا دن اور یوم عرفہ کی شام تھی۔"

یہ روایت اس نعمت کی عظمت وجلالت کو بتاتی ہے، جس پر یہود کے علما کو بھی رشک آیا اور مسلمانوں کو انہوں نے حسد کی نگاہ سے دیکھا اسی کے ساتھ اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادیان سابقہ اس اعلان وضمانت سے خالی ہیں اور ان کو اس اعزاز واعتماد کی وہ دولت حاصل نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ کو سرفراز کیا جو ایک فطری امر تھا، اس لئے کہ وہ مذاہب نشوونما کے ابتدائی مراحل سے گزر رہے تھے اور اس کے ساتھ نسل انسانی بھی انقلاب وتغیر کی منزلوں کو طے کررہی تھی اور آخری رسالت کی خلعت فاخرہ (جو کسی بلند وبالا شخصیت کے لئے اور بڑے محتاط اندازے اور ناپ سے بنی تھی) ابھی اتری نہ تھی اس خلعت سے اللہ تعالیٰ نے بالآخر آخری رسول اور خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا اور اس کے ذریعہ اس امت کو عزت دی جو آخری اور بہترین امت ہے۔

ختم نبوت فکری انارکی سے نجات

عقیدۂ ختم نبوت نے اس دین کو مبتدعین کے غلو، تسبیوں اور مدعیوں کے فتنے اور اس امت کو فکری ودینی انتشار اور اس انارکی سے برابر بچایا ہے، جس کے اقوام ومذاہب شکار رہے ہیں، اسی عقیدہ کی بدولت یہ دین اور یہ امت اس قابل ہوسکی کہ خفیہ سازشوں کا مقابلہ کرسکے سخت ترین جھٹکوں کو سہہ سکے، اور دین وعقیدہ کے سلسلہ میں ایک وحدت بن کر صدیوں برقرار رہے ورنہ یہ امت واحدہ مختلف ومتعدد امتوں میں بٹ کر رہ جاتی، جس میں سے ہر ایک کا نقطہ نظر مختلف، روحانی مرکز اور علمی وثقافتی مآخذ جدا اور ہر ایک کی تاریخ جداگانہ ہوتی۔

اس عقیدہ نے جہاں انسان میں اپنے سن بلوغ کو پہنچنے کا احساس وشعور پیدا کیا وہیں اس نے اسے تمدن کی دوڑ میں آگے بڑھنے اور روزمرہ کی زندگی میں علم وتجربہ پر اعتماد کرنا بھی سکھایا، اس لئے کہ آج دنیا کو اس کی ضرورت نہیں کہ اب وہ پھر کسی نئی آسمانی وحی کے لئے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتی رہے اب اس کی ضرورت یہ ہے کہ اب

کائنات نے ذخیروں اور صلاحیتوں کے بارے میں سوچے جنہیں اللہ نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ انسان انہیں اپنے کام میں لائے اور ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرے، اسی طرح سے آج اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے بارہ میں سوچے اور ایک اچھی زندگی کی تعمیر کے لئے زمین کی طرف دیکھے جو دین اخلاق کی بنیادوں پر قائم ہو، ختم نبوت کا عقیدہ انسان میں مہم جوئی اور ترقی کا جذبہ پیدا کرتا اسے اپنی صلاحیتوں سے کام لینا سکھاتا اور اس کی محنت اور جدوجہد کی جولا نگاہ فراہم کرتا ہے۔

اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہوتا تو انسان اپنے اوپر اعتماد کھو بیٹھتا اور ایک مسلسل تذبذب کا شکار رہتا، اور بجائے زمین کی طرف دیکھنے کے اپنی نگاہیں آسمان ہی سے لگائے رہتا اس کے ساتھ وہ اپنے مستقبل کی طرف دیکھنے کے لئے اپنی نگاہیں آسمان ہی سے لگائے رہتا اسی کے ساتھ وہ اپنے مستقبل کی طرف سے بھی مسلسل تذبذب اور بے یقینی کی حالت میں رہتا، اس کے گرد شک وشبہ کی فضا قائم رہتی اور وہ برابر مدعیان نبوت کی ابلہ فریبی کا شکار ہوتا رہتا اور جب بھی کوئی مدعی نبوت اس سے یہ کہتا کہ انسانیت کا چمن اب تک نامکمل اور غیر آراستہ تھا میں نے آکر اس کی چمن بندی اور آراستگی کی، مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر ہے:

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا کہ جب یہ چمن اب تک نامکمل تھا تو مستقبل میں بھی اس کی تکمیل کی کیا ضمانت دی جاسکتی ہے؟

اور اس طرح ہر مرحلہ پر انسان اس شخصیت کا انتظار کرتا جو گلشن انسانیت کی تکمیل وتزئین کرتی اور اس انتظار کے سبب نہ وہ اس کے پھولوں اور پھلوں سے لطف اندوز ہوسکتا، اور نہ اسے سیراب وشاداب کرنے کی فکر کرتا۔

علامہ اقبال نے اپنی کتاب "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" میں بہت صحیح فرمایا ہے:

"اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی، لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہوگیا، اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کرسکتا، اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو یونہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل وتجربہ پر زور دیا عالم فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لئے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے، کیونکہ یہ سب تصور خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں۔"

☆☆..........☆☆

بقیہ | عیدالفطر

رکھیں ملت کے تمام افراد خوشی ومسرت کا عام اظہار کریں اور قومی وملی وحدت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آجائے۔

عید کی حقیقی خوشی تو ان معدودے چند خوش قسمت اور متقی مسلمانوں ہی کو ہوسکتی ہے، جنہوں نے رمضان مبارک کے دنوں اور راتوں کی ایک ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھ کر بسر کی، جنہوں نے صرف کھانا پینا ہی ترک نہیں کیا بلکہ اپنے جسم کے ہر عضو کا روزہ رکھا۔

الغرض عید خوشی، مسرت اور شادمانی کا دن ہے اور اس کے پروگرام میں سب سے نمایاں اور سب سے اہم چیز دوگانہ شکر اور زمزمہ حمد وتکبیر ہے۔

لیکن آخر یہ خوشی کس چیز کی ہے؟ کیا کوئی موسمی ترنگ تھی، جس نے بعض ہمسایہ قوموں کی طرح ہمارے جذبات کیف وسرور کو چھوڑ کر موسم کے ایک خاص دن کو یوم عید کی شکل دیدی؟ یا کوئی قومی فتح کا دن تھا، جس کی یادگار ہم منا رہے ہیں؟

یقیناً ایسی کوئی بات نہیں، ناواقف سے ناواقف مسلمان بھی رمضان کے ساتھ عید کے کھلے تعلق کی وجہ سے کسی نہ کسی درجہ میں اصل بات کو سمجھتا ہے، کم از کم یہی سمجھتا ہے کہ یہ رمضان المبارک کی خوشی کا اختتام تو رمضان المبارک کی خصوصیت شب و روز کی عبادت کے سوا کیا تھی؟ پھر کیا اس سخت عبادت پر خوشی کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ ہم سال بھر کی ملکی عبادتوں سے بھی منہ موڑلیں؟

آؤ سال کے باقی گیارہ مہینے بھی تقویٰ اور عبادات واطاعت والی زندگی کے ساتھ گزارنے کا ہم سب عہد کریں، جو روزہ کا اصل مقصد اور منشائے خداوندی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس مقصد میں ہم سب کا مددگار ہو۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

سہ ماہی ردّ قادیانیت تربیتی کلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردّ قادیانیت پر تیاری کے لئے وفاق المدارس کے سند یافتہ علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے

امسال: یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ سے مجوزہ کلاس کا آغاز ہوگا

کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا ''جیداً جداً'' میں وفاق کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ نیز اردو تعلیم میں میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ شرکاء کورس کو قیام وطعام کے علاوہ 1000 روپے اعزازیہ بھی دیا جائے گا۔

ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے نئے علماء کرام توجہ فرمائیں

☆......۲۵۔شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ تک درخواست قلمی، سادہ کاغذ پر بھجوادیں۔

☆ ...... فوٹو کاپی سند وفاق المدارس، فوٹو کاپی سند میٹرک، فوٹو کاپی شناختی کارڈ ہمراہ درخواست لف کریں۔

رابطہ کیلئے: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی (مرکزی ناظم تبلیغ)

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت

حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 4583486-4514122، فیکس: 4542277

عظیم خوشخبری

زیر سرپرستی: قطب الاقطاب، حضرت اقدس
خواجہ **خان محمد** دامت برکاتہم العالیہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
اور
شیخ المشائخ حضرت اقدس
سیّد **نفیس الحسینی شاہ** دامت برکاتہم
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی، چناب نگر

ضلع جھنگ میں عصری تعلیم اور شعبہ کتب کے کامیاب اجراء کا دوسرا سال، تجربہ کار، ماہر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اساتذہ کرام کی زیر نگرانی، دینی اور عصری تعلیم کا حسین امتزاج، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام "مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر" میں باقاعدہ عصری تعلیم اور وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے مطابق درسِ نظامی کا اجراء گزشتہ سال سے ہو چکا ہے، جس میں درج ذیل شعبہ جات الحمدللہ! بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ ☆ شعبہ حفظ وناظرہ کی متعدد کلاسیں، تجربہ کار قراء کرام کی زیر نگرانی ☆ شعبہ نرسری تا پرائمری ☆ مڈل ☆ میٹرک ☆ شعبہ کتب میں درجہ متوسط کے تینوں درجات اور درجہ اولیٰ وصرف ونحو، ثانویہ عامہ تک۔ ادارہ ہذا میں قیام وطعام اور علاج معالجہ، کتب اور کاپیوں کی مفت فراہمی اور طلباء کو معقول ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے اور ہر طالب علم کی تعلیم وتربیت پر خصوصی اور انفرادی توجہ دی جاتی ہے۔ **داخلہ** کے خواہش مند طلباء کرام 7/شوال المکرم 1428ء تا 15/شوال المکرم تک اپنے والد یا سرپرست کے ہمراہ تشریف لائیں۔

نوٹ: داخلے کے خواہشمند طلباء اپنے والد یا سرپرست کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

رابطہ کے لئے: مدرسہ عربیہ ختم نبوت، مسلم کالونی چناب نگر، تحصیل چنیوٹ، ضلع جھنگ

فون: 0476-212611، موبائل: 0334-4473036، 0301-7972785

منجانب: **عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت** حضوری باغ روڈ ملتان (پاکستان) فون: 061-4514122

سلام زندہ باد — فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی — ختم نبوت زندہ باد

26 ویں دو روزہ سالانہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس

مقام: مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ

1-2 نومبر 2007

جمعرات - جمعۃ المبارک

زیر صدارت

مخدوم المشائخ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مہمان خصوصی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید نفیس الحسینی صاحب مدظلہ العالی

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

توحید باری تعالیٰ — سیرۃ خاتم الانبیاء — مسئلہ ختم نبوت

حیات عیسیٰ علیہ السلام — عظمت صحابہ و اہل بیت — اتحاد امت

اور رد قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

ملتان: 061-4514122 چناب نگر: 047-6212611